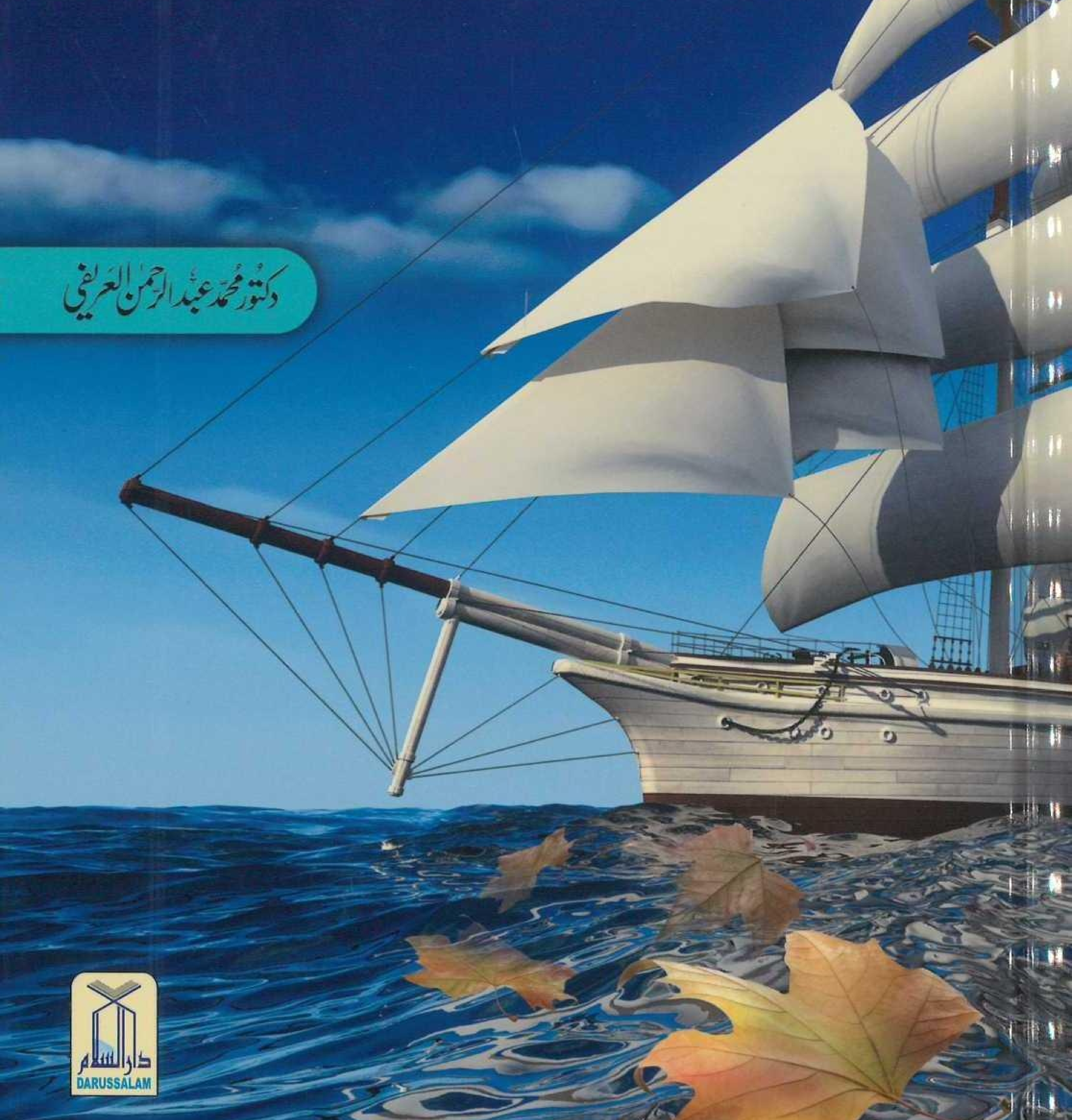
شرک کی تباہ کاریوں کا عبرتناک تذکرہ

www.KitaboSunnat.com

سفینۂ نجات

دکتور محمد عبد الرحمن العریفی



دار السلام
DARUSSALAM



سفینۂ نجات

شرک کی تباہ کاریوں کا عبرتناک تذکرہ

دارُالسّلام
کتاب و سنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

سعُودی عرب (ہیڈ آفس)

پرنس عبدالعزیز بن جلاوی سٹریٹ پوسٹ بکس: 22743 الرّیاض: 11416 سعودی عرب
فون: 4033962-4043432 1 00966 فیکس: 4021659 www.darussalamksa.com
Email: darussalam@awalnet.net.sa info@darussalamksa.com

الرّیاض • العلیا فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 1 00966 فیکس: 4735221
• سویدی فون: 4286641 1 00966 • سویلم فون/فیکس: 2860422 1 00966
جدّہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270 مدینہ منورہ فون: 8234446,8230038 4 00966 فیکس: 8151121 04
الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551 3 00966 خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 7 00966
ینبع البحر فون: 0500887341 فیکس: 8691551 قصیم (بریدہ) فون: 0503417156 فیکس: 3696124 6 00966

امریکہ • نیویارک فون: 5925 625 718 001 • ہوسٹن: 0419 722 713 001 کینیڈا • نصیرالدین الخطاب فون: 4186619 416 001
لندن • دارالسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ فون: 77252246 20 0044-85394885 20 0044 • دارک انٹرنیشنل: 7739309 0121 0044
متحدہ عرب امارات • شارجہ فون: 5632623 6 00971 فیکس: 5632624 فرانس فون: 52928 480 01 0033 فیکس: 52997 480 01 0033
انڈیا • دارالسلام انڈیا فون: 45566249 44 0091 موبائل: 12041 98841 0091 • اسلامک بکس انٹرنیشنل فون: 4180 2373 22 0091
• نیو بک ڈسٹری بیوٹرز فون: 4892 2451 40 0091 موبائل: 30850 98493 0091 • ایم ایس براک انٹرپرائزز فون: 42157847 44 0091
سری لنکا • دارالکتاب فون: 358712 115 0094 • دارالایمان ٹرسٹ فون: 2669197 114 0094

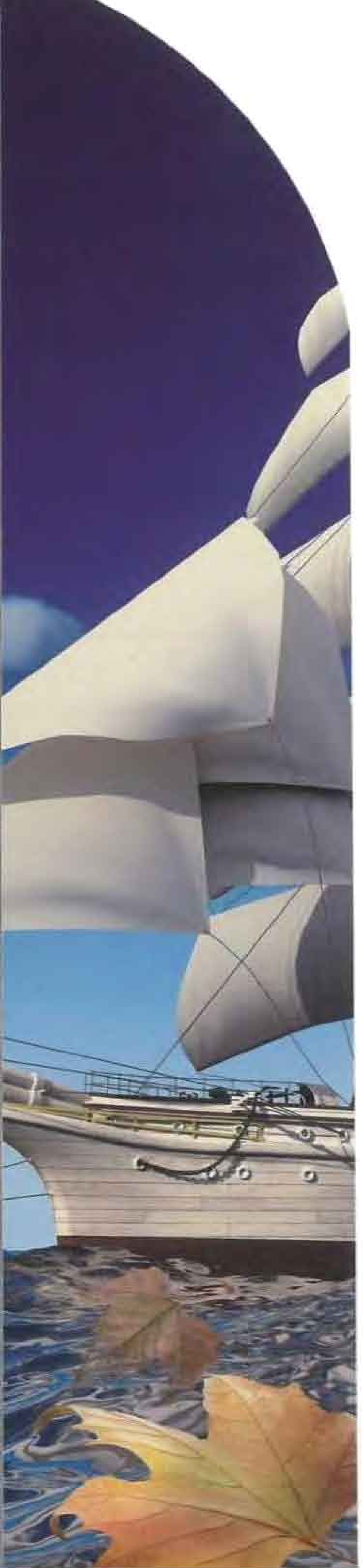
پاکستان ہیڈ آفس و مرکزی شوروم

لاہور 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور فون: 00 4 32 372,24 400 372,34 240 373 42 0092 فیکس: 72 540 373 042
• غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 54 200 371 42 0092 فیکس: 03 207 373 042
• Y بلاک، گول کمرشل مارکیٹ، دکان: 2 (گراؤنڈ فلور) ڈیفنس، لاہور فون: 10 926 356 42 0092

کراچی مین طارق روڈ، ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی فون: 36 939 343 21 0092 فیکس: 37 939 343 21 0092

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون/فیکس: 13 815 22 51 0092
info@darussalampk.com | www.darussalampk.com

ⓒ مكتبة دارالسلام، ١٤٣٣ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
العريفي، محمد عبدالرحمن
اركب معنا. / محمد عبدالرحمن العريفي - الرياض، ١٤٣٣ هـ
ص: ١٦٨ مقاس: ١٤×٢١ سم
ردمك: ٨-١٠٣-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨
(اللغة الاردية)
١. الوعظ والارشاد أ. العنوان
ديوي ٢١٣ ١٤٣٣/٣٥٩٠
رقم الإيداع: ١٤٣٣/٣٥٩٠
ردمك: ٨-١٠٣-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨



شرک کی تباہ کاریوں کا عبرتناک تذکرہ

سفینۂ نجات

دکتور محمد عبدالرحمٰن العریفی
ترجمہ: ابوزید اقبال صدیق المدنی

عرض ناشر 07

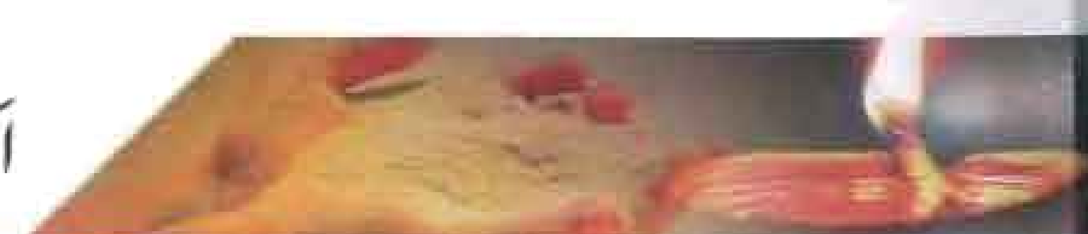
منظر 09


تاریکیوں کا سمندر 13


سفینۂ نجات 21


توحید سے انحراف کا آغاز 26


عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے والد 29


ایک حقیقت 32



اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

قبوں اور مزاروں کی قسمیں 51

شیخ برکات کا مزار 60

قبروں کے منظر 71

شرک کی ابتدا کیسے ہوئی؟ 77

چار اعتراضات 86

اللہ پر ایمان 112

ایمان کو نقصان دینے والی چیزیں 129

بدعات 146

عرض ناشر

شرک کے معنی ہیں، اللہ تعالیٰ کو اکیلا معبود و مسجود، خالق و مالک، رازق و متصرف نہ ماننا اوراس کی ذات و صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ قرآن مجید میں جابجا شرک کی سخت مذمت کی گئی اور توحید پر زور دیا گیا ہے۔ آدم علیہ السلام سے محمد ﷺ تک جتنے انبیاء و رسل آئے، سب نے توحید ہی کی دعوت دی اور شرک کے نقصانات سے آگاہ کرتے ہوئے اس سے بچنے کی تلقین کی۔ آج بدقسمتی سے مسلم معاشروں میں شرک نے جڑیں پھیلا رکھی ہیں اوراس کی ضرر رسانیاں عروج پر ہیں۔

زیر نظر کتاب میں شرک کی تباہ کاریوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سلسلے میں تاریخ اسلامی کے بصیرت افروز واقعات اور عصر حاضر کی معاشرتی مثالوں سے بھرپور مدد لی گئی ہے۔ مصنف کتاب ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن عریفی کا شمار ان علمائے کرام میں ہوتا ہے جو کتاب و سنت کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوتے اور تبلیغ دین کی تڑپ رکھتے ہیں۔ وہ سعودی عرب کے دارالحکومت الریاض کے باشندے ہیں اور وہیں ایک معروف یونیورسٹی کے شعبۂ تدریس

سے وابستہ ہیں۔ دعوت دین کے حلقوں میں ان کا نام جانا پہچانا ہے۔ شرک کے گرداب میں پھنسے ہوئے بدنصیبوں کے لیے یہ کتاب یقیناً سفینۂ نجات ثابت ہوگی۔

دارالسلام کی طرف سے کتاب کا اردو ترجمہ حافظ اقبال صدیق مدنی نے کیا اور جناب محسن فارانی نے ایڈیٹنگ کے فرائض انجام دیے۔ حافظ قمر حسن اور حافظ محمد ندیم نے پروف خوانی کی۔ احادیث و روایات کی تخریج کے سلسلے میں ہمیں مولانا عبدالرحمٰن کا تعاون حاصل رہا۔ ابو مصعب اوران کے ساتھیوں نے بڑی جاں فشانی سے کتاب کی کمپوزنگ کی۔ آرٹ ڈائریکٹر زاہد سلیم چودھری اور سینئر ڈیزائنر محمد نعیم نے ڈیزائننگ کے ذریعے سے کتاب کی قدرو قیمت میں اضافہ کیا۔ یہ سب افراد میرے شکریے کے مستحق ہیں۔

دارالسلام، لاہور کے مدیر عزیزم حافظ عبدالعظیم اسد کا خصوصیت سے شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی شبانہ روز نگرانی میں یہ کتاب مراحل اشاعت سے گزری اور آپ کے ہاتھوں میں آئی۔ اللہ تعالیٰ اسے ہم سب کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

دارالسلام، لاہور، الریاض

منظر

پہلا شخص

وہ بہت پریشان اور غمزدہ تھا۔ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: ''جناب! میں پردیس سے اکتا گیا ہوں۔'' میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اپنے دیس میں واپسی کے اسباب مہیا کرے گا۔''

اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ رو دیا اور کہنے لگا: ''جناب! میری ماں نے ایک بزرگ کے مزار پر میرے لیے دعا کی خاطر چار سو میل سے زیادہ سفر کیا اور اس سے استدعا کی ہے کہ میرا بیٹا میرے پاس لوٹا دے۔ وہ بزرگ بہت برکتوں والا ہے۔ اس کے ہاں دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں اور مصیبتیں ختم ہوجاتی ہیں۔ وہ فوت ہوجانے کے بعد بھی سب کی دعائیں سنتا ہے۔''

دوسرا شخص

استاد محترم علامہ عبداللہ بن جبرین حفظہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں میدان عرفات میں تھا۔ لوگ اپنے رب کے سامنے گریہ وزاری اور دعاؤں میں مشغول تھے۔ میری

نظر ایک بوڑھے پر پڑی۔ ہڈیاں نکلی ہوئیں۔ جسم کمزور۔ کمر جھکی ہوئی۔ صدا لگا رہا تھا: ”اے فلاں! اے اللہ کے ولی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مصیبتیں دور کر، میرا سفارشی بن، مجھ پر رحم کر۔“ یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا تھا۔

یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور روح کانپ اٹھی۔ میں نے چیخ کر کہا: ”او اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر! غیر اللہ کو کیوں پکارتا ہے؟ وہ ولی بھی بالکل تیری طرح اللہ کی مخلوق ہے۔ اللہ کا بندہ اور غلام ہے۔ تیری بات سن سکتا ہے نہ جواب دے سکتا ہے۔ تجھے صرف اللہ کو پکارنا چاہیے۔“

بوڑھے نے میری طرف دیکھا اور غصے میں آ کر کہا: ”بڈھے! چلا جا یہاں سے۔ تو کیا جانے کہ اللہ کے ہاں اُس ولی کا مرتبہ کیا ہے۔ آسمان سے بارش کا ایک قطرہ اس کے حکم کے بغیر نہیں اترتا زمین میں کوئی دانہ اس کی اجازت کے بغیر نہیں اگتا۔“

میں نے کہا: ”اللہ تیرے شرک سے بے نیاز ہے۔ اتنی بڑی بات کہہ دی تو نے! اللہ کے لیے کیا چھوڑا؟ اللہ سے ڈر!“

اُس نے میری بات سنی ان سنی کردی اور پیٹھ پھیر کر چل دیا۔

ایسے لوگوں کے حالات آپ اخبارات و رسائل میں پڑھتے رہتے اور خود ان کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ ان لوگوں کی عقلیں گھاس چرنے گئی ہیں۔ اپنے رب کے بجائے غیروں کے ہاں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ مُردوں سے حاجات چاہتے ہیں۔ اپنی مشکلات بوسیدہ ہڈیوں کے روبرو پیش کرتے ہیں۔ یہ

لوگ اللہ سے کس قدر غافل ہیں، حالانکہ اللہ جو آسمان و زمین کا رب ہے، ماں کے پیٹ میں بچے کی حرکات بھی دیکھتا ہے۔ وہی پریشان حال لوگوں کی دعائیں سنتا اور مصائب دور کرتا ہے۔ اسے ہرگز گوارا نہیں کہ اس کے بندے اسے چھوڑ کر غیروں کو پکاریں اور ان سے حاجات طلب کریں۔

امت کے موجودہ حالات پر رونا آتا ہے۔ بلاد اسلامیہ میں دیکھیے! جابجا آستانے، قبے اور مزار نظر آئیں گے جو لوگوں کی چھوٹی بڑی مشکلات اور پریشانیاں دور کرنے کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔ پریشان حال لوگ وہاں مرادیں مانگتے اور منتیں مانتے ہیں۔ چھوٹوں کی پرورش بھی اسی طریقے سے ہو رہی ہے اور بڑے بھی گمراہی کے راستے پر چلتے چلتے بوڑھے ہوگئے ہیں۔

زیر نظر کتاب کی صورت میں یہ چند الفاظ، دل سے ابھرتی آہیں، دکھ بھری باتیں، ندائے غم اور صدائے درد ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے جو شرک کے گرداب میں پھنسے ہیں، سفینۂ نجات سے پیچھے رہ گئے ہیں اور اس کے باوجود سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

اخروی نجات کے لیے توحید کی کشتی میں سوار ہونا ضروری ہے۔ جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی تھی کہ جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا ہلاک ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ ﴾

”اور یقیناً تیری طرف وحی کی گئی ہے اور ان لوگوں کی طرف بھی (وحی

کی گئی تھی) جو تجھ سے پہلے تھے۔ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل لازماً رائیگاں ہی جائیں گے اور تو ضرور ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔“ [1]

اسلامی ممالک میں ہم نے بہت سے خویش و اقارب، بھائی، پڑوسی اور دوست دیکھے ہیں جن کی سعی وعمل اسی دنیا میں اکارت گئی، حالانکہ وہ سمجھتے تھے کہ بہت اچھے عمل کر رہے ہیں۔ یہ چھوٹی سی کتاب ان کی آگہی اور رہبری کے لیے شائع کی جارہی ہے۔ یہ کتاب ندا دیتی ہے کہ لوگ صرف اور صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

محمد بن عبدالرحمٰن العریفی
الریاض، سعودی عرب

[1] الزمر39:65.

تاریکیوں کا سمندر

دنیا شرک سے بھری پڑی تھی۔ کوئی بت کو پکار رہا ہے۔ کوئی قبر سے آس لگائے بیٹھا ہے۔ کوئی انسان کی پوجا کر رہا ہے۔ کوئی درخت کی تعظیم میں مصروف ہے۔

رب نے اہل زمین پر نظر ڈالی تو تمام عرب وعجم کو شرک میں مبتلا پایا۔ توحید کے پرستار چند اہل کتاب کے سوا اللہ کا کوئی نام لیوا نہیں تھا۔

بنوسلمہ کا سردار عمرو بن جموح بھی گمراہ لوگوں میں شامل تھا۔ وہ منات نامی بت کا عقیدت مند تھا اور اس کی پوجا پاٹ میں لگا رہتا تھا۔ اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا۔ ضرورت پڑنے پر اسی سے رجوع کرتا تھا۔ بت کو خود اسی نے لکڑی سے تراشا تھا۔ یہ بت اسے تمام اہل وعیال اور مال ومنال سے زیادہ محبوب تھا۔



عمرو بن جموح بت کی خوب آؤ بھگت کرتا۔ اس کا بناؤ سنگار کرتا۔ خوشبو میں بساتا اور اچھے اچھے غلاف چڑھاتا۔ بت کے متعلق اس کی یہی روش تھی جب سے ہوش سنبھالا تھا اسی روش پر قائم تھا۔ اب اس کی عمر ساٹھ برس سے اوپر تھی۔

مکہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپ نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مبلغ اور معلم بنا کر مدینے بھیجا۔ عمرو بن جموح کے تین بیٹے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے تھے۔ ان کی والدہ بھی مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں جبکہ عمرو کو کچھ خبر نہیں تھی۔

لڑکوں نے اپنے والد کو نئے معلم و داعی کے متعلق بتایا اور اسے قرآن بھی پڑھ کر سنایا۔ انھوں نے باپ سے کہا: ''ابا جان! بہت سے لوگ مبلغ کا اتباع کر رہے ہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟''

کہنے لگا: ''منات سے پوچھ کر کوئی فیصلہ کروں گا۔ دیکھتا ہوں منات کیا کہتا ہے۔''

پھر عمرو منات کے پاس آیا۔

مشرکین کی عادت تھی کہ بت سے ہم کلام ہوتے وقت اس کے پیچھے کسی بڑھیا کو بٹھا دیتے۔ بڑھیا ان کے زعم میں بت کی الہام کردہ باتیں انھیں بتاتی تھی۔

عمرو بن جموح لنگڑاتا ہوا منات کے پاس آیا۔ اس کی ایک ٹانگ چھوٹی تھی۔ صحیح ٹانگ کے سہارے بت کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس کی تعظیم بجا لایا، تعریف و توصیف بیان کی اور کہنے لگا: ''منات! یقیناً تم داعی کے حالات سے واقف

ہو۔ وہ تمھارے سوا کسی کو برا بھلا نہیں کہتا۔ وہ ہمیں تمھاری پوجا پاٹ سے روکتا ہے۔ منات! بتاؤ میں کیا کروں۔''

بت کہاں سے جواب دیتا۔ عمرو نے دوبارہ اپنا دکھڑا سنایا مگر بت بول سکتا تو جواب بھی دیتا۔

عمرو بن جموح کہنے لگا: ''شاید تمھیں غصہ آ گیا ہے۔ چلو میں چند روز خاموش رہتا ہوں۔ تمھارا غصہ فرو ہو جائے۔''

یہ کہہ کر وہ بت خانے سے باہر آ گیا۔ رات گہری ہوئی تو عمرو کے بیٹے منات کی طرف گئے۔ اسے اٹھایا اور گندگی سے اٹے ہوئے گڑھے میں پھینک آئے۔ صبح سویرے عمرو بن جموح بت کو سلام کہنے



اور نیاز پیش کرنے گیا تو اسے گم پایا۔ اس نے شور مچایا اور چلا چلا کر کہا: ''رات ہمارے معبود پر کس نے ظلم کیا ہے۔'' سب اہل خانہ خاموش رہے۔ عمرو بن جموح بہت گھبرایا۔ پیچ و تاب کھاتے ہوئے بت کو ڈھونڈنے نکل گیا۔ بت کو ایک گڑھے میں اوندھے منہ پڑا پایا۔ نکالا، صاف کیا اور اس کی جگہ لا کر رکھ دیا۔ بت کو مخاطب کر کے بولا: ''اللہ کی قسم! منات! مجھے پتہ چل جائے کہ یہ حرکت کس کی ہے تو اسے رسوا کر دوں۔''

دوسری رات آئی تو اس کے بیٹے حسب سابق بت کے پاس پہنچے۔ اسے اٹھایا اور گندگی سے اٹے ہوئے گڑھے میں پھینک آئے۔

صبح بڑے میاں نے بت کو پھر غائب پایا۔ غصہ تو بہت آیا مگر چار و ناچار اسے پھر گڑھے سے نکال لائے۔ غسل دیا اور اس کی جگہ لا کر رکھ دیا۔ بیٹے بھی اپنی کارروائی سے باز نہ آئے۔ وہ ہر رات بت کو اٹھا کر باہر پھینک آتے اور بڑے میاں بیچارے اسے ہر صبح کسی نہ کسی گڑھے سے نکال لاتے۔ پریشانی حد سے بڑھ گئی تو ایک رات سونے سے پہلے بت کے پاس گئے اور کہنے لگے: ''منات! بڑے افسوس کی بات ہے۔ ایک بکری بھی اپنا دفاع کرنا جانتی ہے مگر تم اپنا دفاع نہیں کر سکتے۔''

بت کی گردن میں تلوار لٹکا دی اور کہا: ''دشمن سے اپنا بچاؤ کرنا۔'' رات گہری ہو گئی تو لڑکوں نے حسب معمول بت اٹھایا۔ ایک مرے ہوئے کتے سے باندھا اور بدبودار گندے کنویں میں پھینک دیا۔ صبح بڑے میاں پھر منات کی تلاش میں نکلے۔ اسے اس حال میں دیکھا تو کہا:



وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتَ إِلٰهًا لَمْ تَكُنْ أَنْتَ وَكَلْبٌ وَسْطَ بِئْرٍ فِي قَرَنْ

''واللہ! تم خدا ہوتے تو یوں کنویں کے وسط میں کتے کے ساتھ ایک رسی میں نہ بندھے ہوتے۔''

یہ حالات دیکھنے کے بعد وہ اسلام کے سائے تلے آ گئے اور خدمتِ دین کے میدان میں لوگوں پر ہمیشہ سبقت لے جاتے رہے۔ [1]

مسلمان معرکۂ بدر کے لیے نکلے تو عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے بیٹوں نے ان کو بڑھاپے اور لنگڑے پن کی وجہ سے روکنا چاہا مگر انھوں نے جہاد پر جانے کے لیے اصرار کیا۔ بیٹوں نے رسول اللہ ﷺ سے سفارش کرائی تو آپ نے انھیں مدینہ میں رہنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ مدینہ میں رہے۔ جنگ احد کا موقع آیا تو عمرو

بن جموح رضی اللہ عنہ نے جہاد پر جانے کا ارادہ کیا۔ بیٹوں نے پھر روکا۔ اب کے خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آبدیدہ عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! میرے بیٹے مجھے آپ کے ساتھ جہاد پر جانے سے روک رہے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اللہ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے۔'' عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کے رسول! میں اسی لنگڑے پن کے ساتھ جنت میں جانا چاہتا ہوں۔'' بالآخر اللہ کے رسول ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی۔

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اپنے ہتھیار پہنے اور دعا کی: ''اے اللہ! مجھے شہادت عطا فرما دے، واپس گھر نہ آنے دے۔'' [2]

مسلمان میدانِ جنگ میں پہنچے۔ دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ نوجوانوں نے جنگ کی آواز بلند کی۔ تیراندازی کا آغاز ہوا تو عمرو نے بھی ظالموں پر تلوار چلانی شروع کر دی اور بت پرستوں کو قتل کرنے لگے۔ ایک کافر آپ کی طرف بڑھا۔ اس نے تلوار کا وار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَرْضَاهُ.

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو وہیں میدان احد میں دفن کر دیا گیا۔

چھیالیس سال بعد امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شہدائے احد کا مدفن شدید سیلاب کی زد میں آیا اور قبروں کو بہا لے گیا۔ مسلمان جلدی جلدی شہداء کی قبریں منتقل کرنے کے لیے گئے۔ انھوں نے عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی قبر کشائی کی تو حیران رہ گئے۔ ان کا جسد مبارک یوں تر و تازہ تھا جیسے ابھی سوئے ہوں۔ جسم بالکل گداز جس طرف چاہو موڑ لو، زمین نے آپ کے جسم کا بال بھی بیکا نہیں کیا تھا۔ [3]



غور کریں کہ حق سامنے آیا۔ عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اسے اپنایا تو اللہ تعالیٰ نے کیسے ان کا خاتمہ بالخیر کیا۔ لا إله إلا الله کو حق مانا تو اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں ان کی فضیلت ظاہر کر دی۔

یہی وہ کلمہ ہے جس کی وجہ سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ اسی کی خاطر اللہ نے تمام مخلوقات پیدا کیں۔ یہی کلمہ جنت میں داخلے کا ضامن ہے۔ جنت و دوزخ اسی وجہ سے بنائے گئے ہیں اور اسی کی بدولت جن و انس کی تقسیم ہوئی ہے کہ یہ مومن ہے اور وہ کافر، یہ نیک ہے اور وہ بد۔

قیامت کو بندے کے قدم اللہ کے سامنے سے ہٹ نہ سکیں گے جب تک یہ دو سوال نہ پوچھ لیے جائیں گے۔ (اور ان کا جواب نہ لے لیا جائے گا):

① تم عبادت کس کی کرتے تھے؟

② اور تمھارے پاس جو رسول آئے، ان کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا؟

---

1 دلائل النبوة للبيهقي:2/456، وأُسد الغابة:3/360. 2 سيرأعلام النبلاء:1/252، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 9/24. 3 سير أعلام النبلاء:1/255، والطبقات الكبرٰى لابن سعد:3/562.

سفینۂ نجات

کتنے ہی لوگ قیامت تک لعنت کے مستحق ٹھہرے۔ صرف اس لیے کہ انھوں نے توحید کی حقیقت نہ جانی۔

پس اللہ اکیلا ہی رب ہے۔ بندے کو اسی پر بھروسا کرنا چاہیے، اسی کی طرف رغبت ہو، اسی سے ڈرے، اسی کے نام کی قسم کھائی جائے۔ نذر و نیاز بھی اسی کے نام کی دے اور گناہوں کی معافی بھی اسی سے مانگے۔

لا إله إلا الله کی شہادت دینے کا مطلب یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لا إله إلا الله کی سچی گواہی دینے والے پر جہنم حرام قرار دی ہے۔

معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر غور کیجیے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا:

''معاذ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ بندوں کے ذمے اللہ کا حق کیا ہے اور اللہ کے ذمے بندوں کا حق کیا ہے؟''

معاذ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔''

فرمایا: ''اللہ کا حق بندوں کے ذمے یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور



اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ بندوں کا حق اللہ کے ذمے یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ شرک نہ کرے، اسے عذاب نہ دے۔'' [1]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے دریافت کیا: ''اے اللہ کے رسول! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّ هُوَ خَلَقَكَ»

''یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک بنائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔'' [2]

توحید ہی وہ امر ہے جس کے لیے اللہ نے رسول بھیجے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾

''یقیناً ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔'' [3]

اللہ کے سوا جس کی بھی پوجا کی جائے وہ طاغوت ہے، چاہے کوئی بت ہو، انسان ہو، جن ہو، قبر ہو یا شجر۔

توحید ہی تمام رسولوں کی اہم ترین ذمہ داری رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝ ﴾

”ان سے پوچھ جنھیں ہم نے تجھ سے پہلے اپنے رسول بنا کر بھیجا، کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کوئی اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔“ [4]

بلکہ حقیقت یہ ہے، مخلوق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی توحید کو اجاگر کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ ﴾

”اور میں نے جن اور انسان اسی لیے تو پیدا کیے ہیں کہ میری عبادت کریں۔“ [5]

تمام اعمال کی قبولیت کا دارومدار توحید پر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾

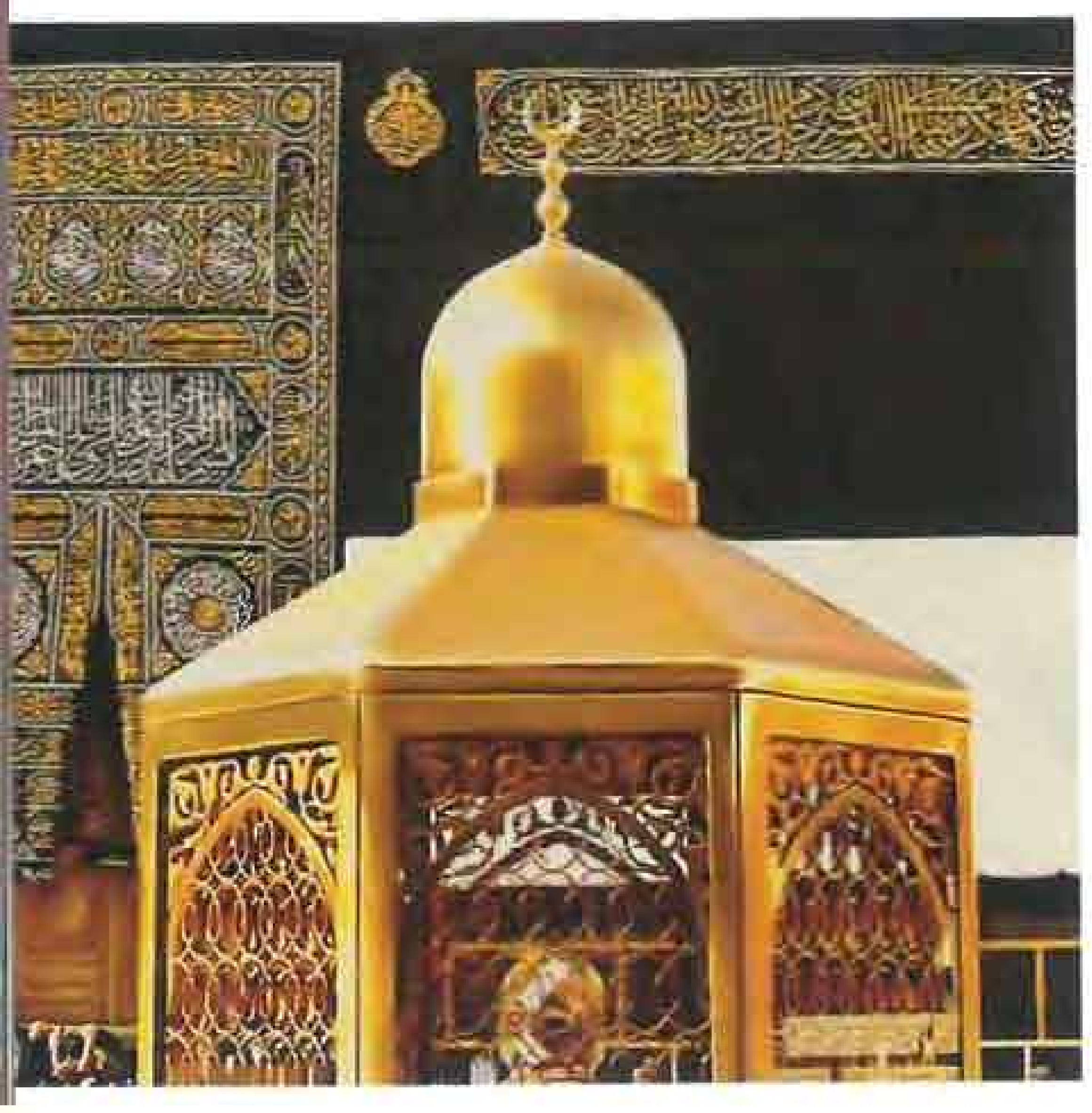
”اگر یہ (پیغمبر) شرک کرتے تو ان کے اعمال بلاشبہ اکارت جاتے۔“ [6]

جس نے توحید اپنا لی وہ کامیاب ہو گیا۔ امام ترمذی کی روایت کردہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

«يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً»

”اے آدم کے بیٹے! اگر تو زمین بھر گناہ میرے پاس لائے اور مجھ سے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو میں تیرے پاس اسی قدر مغفرت لاؤں گا۔“ [7]

توحید کی اسی اہمیت کی وجہ سے انبیائے کرام بھی شرک سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔ امام الموحدین، بت شکن، بیت اللہ کے بانی اور معمار، جلیل القدر پیغمبر ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دربار میں گڑگڑاتے ہوئے عرض کرتے ہیں:



﴿ وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ ﴾

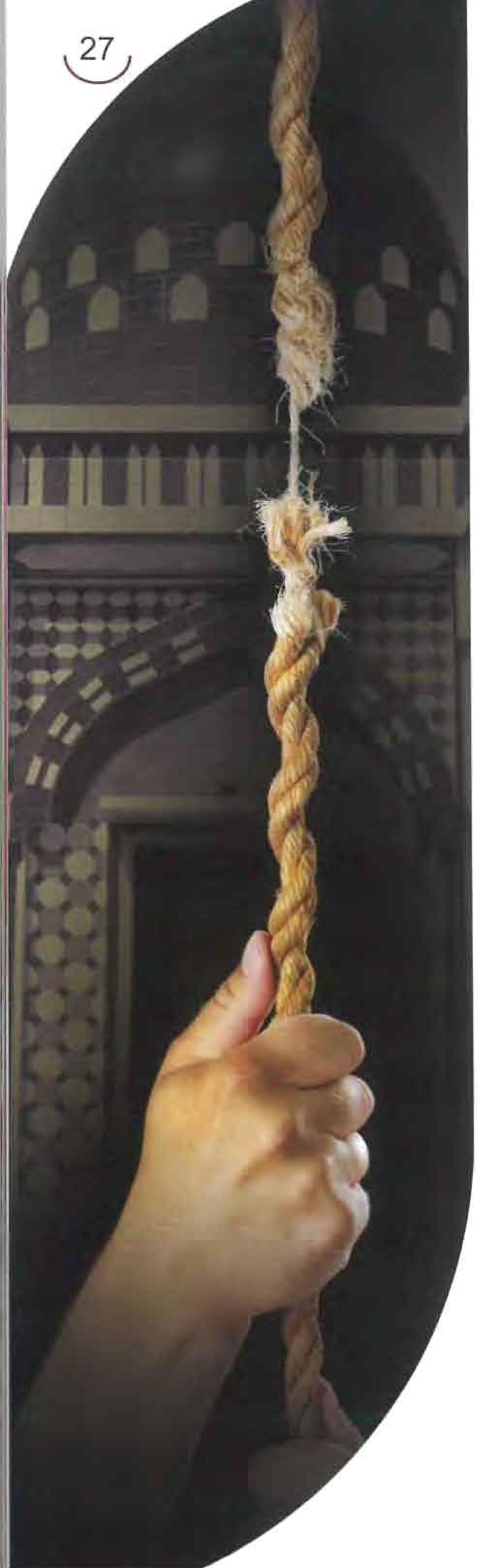
”(اے میرے رب!) مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچا۔“ [8]

[1] صحيح مسلم، حديث: 30. [2] صحيح البخاري، حديث: 4477، وصحيح مسلم، حديث: 86. [3] النحل 16:36. [4] الزخرف 43:45. [5] الذّٰريٰت 50:56. [6] الأنعام 6:88. [7] جامع الترمذي، حديث: 3540. [8] إبراهيم 14:35.

توحید سے انحراف کا آغاز

ابتدا میں نوح علیہ السلام کی قوم نے شرک کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لیے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ انھوں نے قوم کو شرک سے روکا۔ جنھوں نے اللہ کے نبی نوح علیہ السلام کا کہا مانا اور توحید کا اقرار کیا وہ نجات پا گئے۔ جنھوں نے شرک کو اپنائے رکھا اور اسی پر مصر رہے، اللہ نے انھیں طوفان میں غرق کر دیا۔

نوح علیہ السلام کے بعد لوگ ایک زمانے تک توحید پر کار بند رہے۔ لیکن ابلیس نے انھیں فساد کا راستہ دکھایا اور اللہ کے بندوں میں شرک پھیلانا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی اصلاح کے لیے رسول بھیجتا رہا۔ سب سے آخر میں خاتم النبیین محمد ﷺ کو مبعوث کیا۔ آپ نے توحید کی دعوت دی اور اسے خوب اجاگر کیا۔ مشرکین کے خلاف جہاد و قتال کیا اور بتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ اللہ کے فضل سے امت ایک بار پھر توحید کی راہ پر گامزن ہوگئی۔ آج امت کے بعض افراد میں شرک سرایت کر چکا ہے۔ اس کا ایک سبب اولیاء و صالحین کی حد سے زیادہ تعظیم ہے۔ ان کی قبروں پر مزار بنائے گئے اور ان سے دعائیں کی جانے لگیں۔ اللہ کو



چھوڑ کر اصحابِ قبور سے مدد مانگی جانے لگی۔ مزاروں پر جانور ذبح کرنے کا آغاز ہوا اور نذرونیاز چڑھانے کا سلسلہ چل نکلا۔ اس صریح شرک کو نیک لوگوں کے وسیلے یا ان سے اظہارِ عقیدت کا نام دیا گیا اور ان سے محبت کی علامت شمار کیا گیا۔ لوگوں نے اہل قبور کی تعظیم کو اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا۔ لیکن وہ ماضی کے مشرکوں کی یہ بات بھول گئے کہ انھوں نے اپنے بتوں کے متعلق کہا تھا:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ﴾

’’ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب تر کر دیں۔‘‘ [1]

آپ ان کے شرک کا رد کریں تو وہ آپ کو جواب دیں گے: ’’ہم تو توحید پرست ہیں اور اپنے رب ہی کی عبادت کرتے ہیں۔‘‘ اس جواب پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ وہ

توحید کا مفہوم یہ لیتے ہیں کہ اللہ کے وجود کا اقرار کرلیا جائے اور اسے عبادت کے لائق مانا جائے جبکہ توحید کا یہ مفہوم انتہائی ناقص ہے۔

توحید کے اس مفہوم کا تو ابوجہل، ابولہب اور دیگر کفار قریش بھی اقرار کرتے تھے۔ پھر تو وہ بھی موحد کہلا سکتے ہیں۔

وہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ ہی سب سے بڑا معبود اور لائقِ عبادت ہے۔ لیکن انھوں نے دوسرے معبودوں کو بھی اللہ کا شریک بنا رکھا تھا۔ ان کا گمان تھا کہ یہ معبود انھیں اللہ تک پہنچانے کا وسیلہ ہیں اور اس کے ہاں ان کے سفارشی ہیں۔

1 الزمر 3:39.



عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے والد

نبی ﷺ نے مکہ میں اسلام کی دعوت پیش کی تو کفار قریش نے لوگوں کو آپ سے متنفر کرنے کی کوشش کی۔ کہنے لگے یہ جادوگر ہے۔ کاہن اور مجنون ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے دیکھا کہ آپ کے پیروکار بڑھتے جاتے ہیں۔ انھوں نے پروگرام بنایا کہ آپ کو مال اور دنیا کا لالچ دیا جائے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف حصین بن منذر خزاعی کو روانہ کیا۔ یہ بنوخزاعہ کے سرداروں میں سے تھا۔ حصین جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو کہنے لگا: ''اے محمد! تم نے ہمارے معاشرے میں تفرقہ ڈال دیا اور ہمارا شیرازہ بکھیر دیا ہے۔ اس سے تمھارا مقصود مال کمانا ہے تو ہم تمھارے لیے مال جمع کر دیتے ہیں۔ تم سب سے مال دار ہو جاؤ گے۔ عورتوں کے خواہش مند ہو تو تمھاری شادی خوبصورت ترین عورت سے کر دیتے ہیں۔ بادشاہت چاہتے ہو تو تمھیں اپنا بادشاہ تسلیم کرتے ہیں۔'' وہ لالچ دیتا رہا اور آپ خاموشی سے سنتے رہے۔ خاموش ہوا تو آپ نے پوچھا: ''ابوعمران! کیا تمھاری بات پوری ہوئی۔''

وہ کہنے لگا: ''ہاں!''



رسول اللہ ﷺ: ’’جو میں پوچھوں اس کا جواب دینا۔‘‘

ابوعمران: ’’جو چاہو پوچھو۔‘‘

رسول اللہ ﷺ: ’’مال (جانور وغیرہ) ہلاک ہو جائے تو کس کو پکارتے ہو؟‘‘

ابوعمران: ’’اسی کو جو آسمانوں میں ہے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ: ’’بارش نہ ہو تو کس سے دعا کرتے ہو؟‘‘

ابوعمران: ’’اسی سے جو آسمانوں میں ہے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ: ’’جب بچے بھوکے مرتے ہوں تو کس کے سامنے گڑگڑاتے ہو؟‘‘

ابوعمران: ’’اسی کے سامنے گڑگڑاتا ہوں جو آسمانوں میں ہے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ: جب تم ان معبودوں کو پکارتے ہو تو کیا وہ سب تمھاری دعا



کا جواب دیتے ہیں یا وہ اکیلا ہی جواب دیتا ہے؟‘‘

ابوعمران: ’’وہ اکیلا ہی میری پکار کا جواب دیتا ہے۔‘‘

رسول اکرم ﷺ: ’’وہ اکیلا ہی تمھاری دعا سنتا ہے۔ وہ اکیلا ہی تمھیں نعمتوں سے نوازتا ہے لیکن شکر کرنے میں تم دوسروں کو بھی اس کا شریک بناتے ہو۔ کیا تمھیں خطرہ ہے کہ وہ معبود اکیلے رب پر غالب آ کر تمھیں نقصان پہنچائیں گے؟‘‘

ابوعمران: ’’نہیں! وہ اس پر غلبہ پانے کی قدرت نہیں رکھتے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ: ’’حصین! اسلام قبول کر لو۔ میں تمھیں چند کلمات سکھاتا ہوں۔‘‘ اللہ تمھیں ان کی برکت سے فائدہ پہنچائے گا......۔ [1]

[1] الأسماء والصفات للبيهقي، ص: 424، والتوحيد لابن خزيمة: 178/1، حديث: 178. تحقيق عبدالعزيز بن إبراهيم الشهوان، مكتبة الرشد، الرياض، 1414هـ، وجامع الترمذي، حديث: 3483.



ایک حقیقت

وہ لوگ لات و عزیٰ کی پوجا کرتے تھے لیکن انھیں جھوٹے معبود تصور کرتے تھے۔ ان کے خیال میں وہ انھیں معبود اعظم اللہ کے قریب کر دیتے تھے۔ وہ انھی جھوٹے معبودوں کے لیے طرح طرح کی عبادات بجا لاتے تھے تاکہ وہ اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں۔ اسی لیے وہ کہا کرتے تھے:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾

''ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب تر کر دیں۔'' [1]

اللہ کے بارے میں ان کا اعتقاد تھا کہ وہی خالق و رازق ہے اور وہی زندگی بخشنے والا اور موت دینے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾

''اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! آپ کہہ دیں: سب تعریف اللہ کے لیے ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' [2]

صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک دستہ روانہ کیا۔ وہ اپنی سواریوں پر گھوم پھر رہے تھے کہ انھوں نے ایک آدمی دیکھا جس نے ہتھیار لٹکائے ہوئے تھے۔ وہ احرام میں تھا اور تلبیہ بھی پکار رہا تھا:

«لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ! لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ»

''بار بار حاضر ہوں اے اللہ! میں بار بار حاضر ہوں، میں بار بار حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک جو تو نے بنایا ہے۔ تو اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔''

جب وہ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ پر پہنچتا تو اس کو بار بار دہراتا تھا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس کے پاس پہنچے اور دریافت کیا: ''کدھر کا ارادہ ہے؟'' اس نے بتایا کہ مکہ جا رہا ہوں۔ صحابہ نے اس کے سراپا پر نظر دوڑائی تو معلوم ہوا کہ یہ تو جھوٹی نبوت کے دعوے دار مسیلمہ کذاب کے علاقے سے آ رہا ہے۔ صحابہ نے اس کی مشکیں کس دیں اور مدینہ لے آئے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے دیکھ

لیں اور جو چاہیں فیصلہ فرمائیں۔

نبی ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: ''اپنے قیدی کو پہچانتے بھی ہو؟ یہ بنو حنیفہ کا سردار ثمامہ بن اُثال ہے۔'' پھر فرمایا: ''اسے مسجد کے کسی ستون سے باندھ دو اور خوب خاطر مدارات کرو۔'' آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے اور گھر میں جو کھانا وغیرہ تھا، اکٹھا کر کے مہمان کے لیے بھیج دیا۔ ثمامہ کی سواری کی دیکھ بھال کا بھی حکم دیا اور فرمایا: ''صبح وشام اس کا جانور اس کے سامنے لایا جائے تا کہ وہ اسے دیکھتا رہے۔''

صحابہ نے اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ نبی ﷺ اس کے پاس آئے اور پوچھا: ''ثمامہ! بولو، کیا کہتے ہو؟'' وہ بولا: ''میں جو کہوں گا ٹھیک کہوں گا اے محمد! اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جو مستحق قتل ہے۔ اور اگر احسان کرتے ہوئے چھوڑ دیں گے تو ایسے شخص کے ساتھ معاملہ کریں گے جو احسان شناس ہے۔ ہاں! اگر آپ روپیہ چاہتے ہیں تو جتنا چاہیں مانگ لیں۔''

رسول اللہ ﷺ اسے اس کے حال پر چھوڑ کر چلے گئے۔ اگلے روز آپ تشریف لائے اور دریافت کیا: ''ثمامہ! بولو، کیا کہتے ہو؟'' کہنے لگا: ''میں آپ سے کہہ چکا ہوں، اگر آپ قتل کرنا چاہتے ہیں تو صاحب دم کو قتل کریں گے اور اگر احسان کرتے ہوئے چھوڑ دیں گے تو مجھے احسان فراموش نہ پائیں گے۔ اور اگر روپیہ چاہیے تو جتنا چاہیں طلب کریں۔'' آپ نے اسے اس کے حال پر رہنے دیا۔ تیسرے دن آپ اس کے پاس تشریف لائے تو دریافت کیا: ''ثمامہ!



بتاؤ کیا خیال ہے؟'' کہنے لگا: ''میں دو ٹوک بات کر چکا ہوں۔'' آپ ﷺ نے اس کے رویے کو دیکھتے ہوئے اندازہ لگایا کہ اسے اسلام سے رغبت نہیں ہوئی، حالانکہ وہ صحابہ کی نماز واطاعت، اخلاق وکردار اور سخاوت ومہربانی خوب دیکھ چکا تھا اور ان کی پیاری پیاری باتیں بھی سن چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ثمامہ کو آزاد کر دو۔'' صحابہ نے اس کی مشکیں کھول دیں، سواری لوٹا دی اور اسے آزاد کر دیا۔

ثمامہ مسجد نبوی کے قریب ہی کسی کنویں پر پہنچا۔ غسل کیا۔ مسجد میں آ گیا اور پکارنے لگا:

«أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ.»

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (حقیقی) نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

ثمامہ نے کہا: ''اے محمد (ﷺ)! آج سے پہلے میرے نزدیک روئے زمین پر سب چہروں سے زیادہ برا چہرہ آپ کا تھا۔ آج (کلمہ پڑھ کر) آپ کا چہرہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ

برا لگتا تھا مگر آج آپ کا دین مجھے تمام ادیان سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے اور اللہ کی قسم! آپ کے شہر سے زیادہ برا کسی کا شہر نہیں لگتا تھا مگر اب میرے نزدیک سب شہروں سے پیارا شہر آپ کا ہے۔"

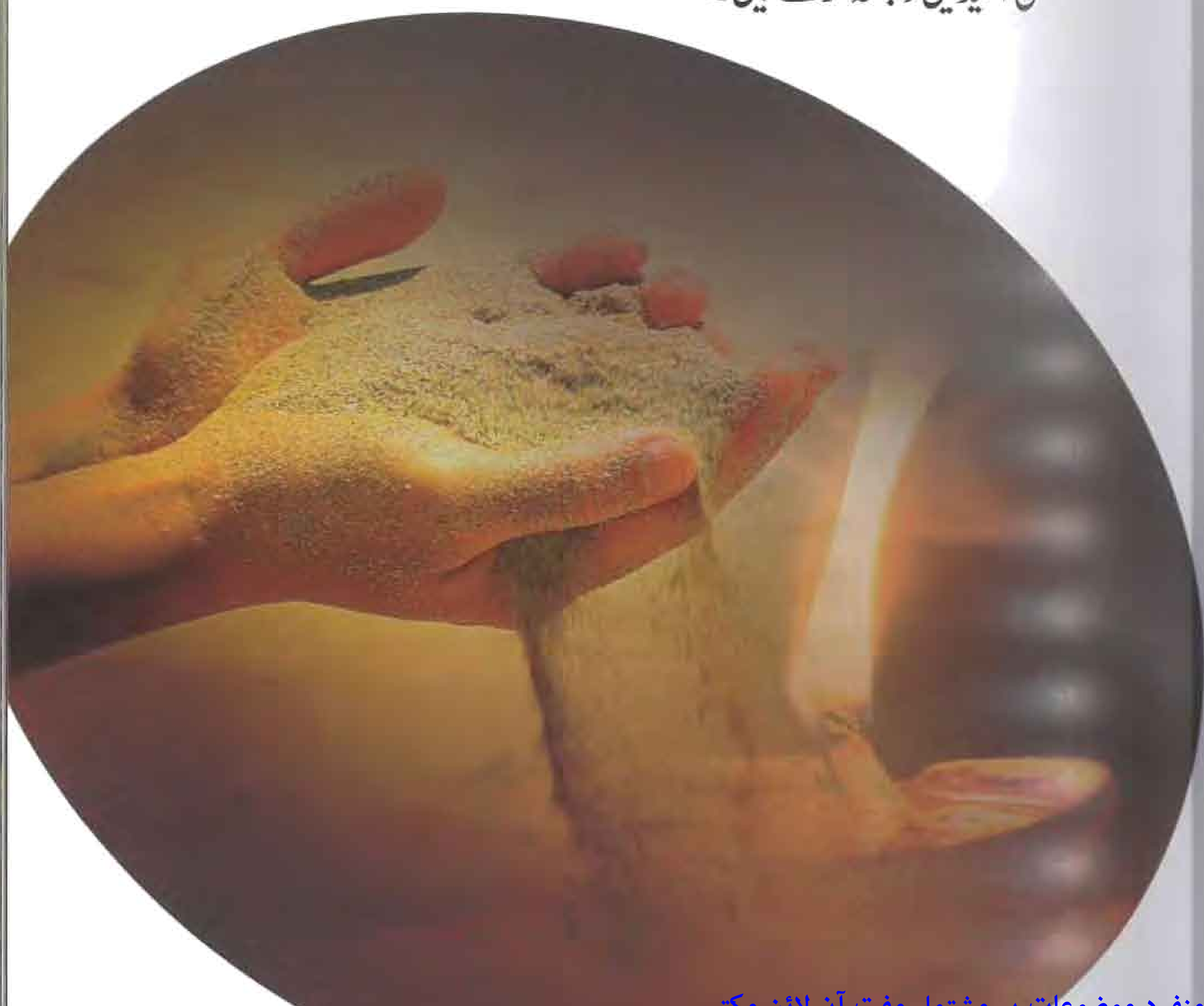
ثمامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "اللہ کے رسول! آپ کے ساتھیوں نے مجھے اس حال میں گرفتار کیا تھا کہ میں عمرے کی نیت سے جا رہا تھا۔ اب میں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟" آپ نے اسے خوشخبری سنائی اور فرمایا: "مکہ کے سفر کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤ اور عمرہ ادا کرو۔"

اب وہ توحید کا تلبیہ: «لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ! لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ...... لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ...... لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ......» پکارتے ہوئے مکہ گیا۔ اب چونکہ ثمامہ نے اسلام قبول کر لیا تھا، اس لیے صرف لبيك، لا شريك لك...... کہہ رہا تھا۔ ثمامہ مکہ میں داخل ہوا۔ سرداران قریش اس کی آمد کی خبر سن چکے تھے۔ وہ اس کے پاس آئے اور تلبیہ سن کر حیران رہ گئے کیونکہ وہ صرف لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ......لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ پکار رہا تھا۔ ایک سردار گویا ہوا: "لگتا ہے کہ تو بے دین (صابی) ہو گیا ہے؟" ثمامہ نے کہا: "نہیں! بلکہ میں تو اللہ کا مطیع، مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد ﷺ کا دین قبول کر لیا ہے۔" انھوں نے پکڑ کر مارنا چاہا تو ثمامہ رضی اللہ عنہ نے چیخ کر کہا: "ایسا نہ کرو، اللہ کی قسم! اگر مجھے گزند پہنچا تو یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی تم تک نہ پہنچ پائے گا جب تک نبی ﷺ اجازت نہیں دیں گے۔"[3]

وہ لوگ بتوں کی تعظیم سے بڑھ کر اللہ کی تعظیم کرتے تھے۔ اس کے باوجود

مشرک ٹھہرے اور عذاب کے مستحق قرار پائے۔

ابوجہل اور ابولہب کے شرک اور ان لوگوں کے شرک میں بھلا کیا فرق ہے جو قبروں پر جانور ذبح کرتے یا آستانوں پر سجدہ ریز ہوتے ہیں، اولیاء کے نام کے جانور ذبح کرتے ہیں، ان کی قبروں کا طواف کرتے ہیں، یا پھر کسی بزرگ کے مزار پر عجز و نیاز اور خشوع وانکسار کے ساتھ کھڑے حاجات طلب کرتے ہیں۔ ان سے اپنی مشکلات حل کروانے کی امید رکھتے ہیں۔ ان کی بوسیدہ ہڈیوں سے کسی بیمار کے لیے شفا طلب کرتے ہیں، یا پردیسی مسافر کے گھر لوٹ آنے کی امیدیں وابستہ کرتے ہیں۔



ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○﴾

''بے شک جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو وہ تمھاری ہی طرح بندے ہیں۔ پس تم انھیں پکارو اور ان سے اپنی پکار کا جواب لے لو اگر تم سچے ہو۔'' [4]

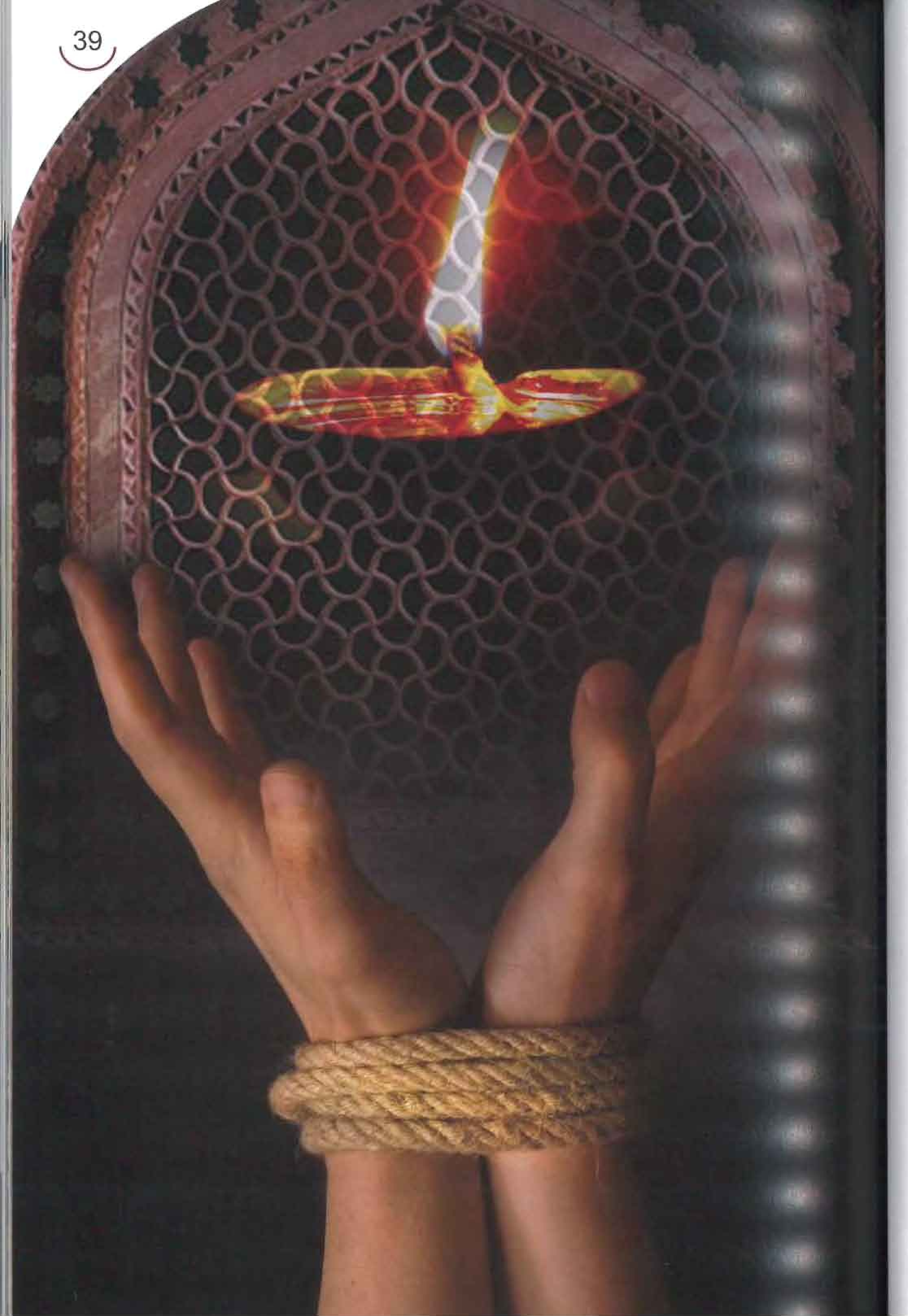
سب سے بڑا گناہ

کسی قبر پر جانور ذبح کرنا، صاحب قبر کا قرب چاہنا اور قبر کا طواف کرنا شرک ہے۔ یہ دوسرے سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔ ہاں! یہ بہت بڑا گناہ ہے، زنا، شراب نوشی، قتلِ ناحق اور والدین کی نافرمانی سے بھی بڑا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾

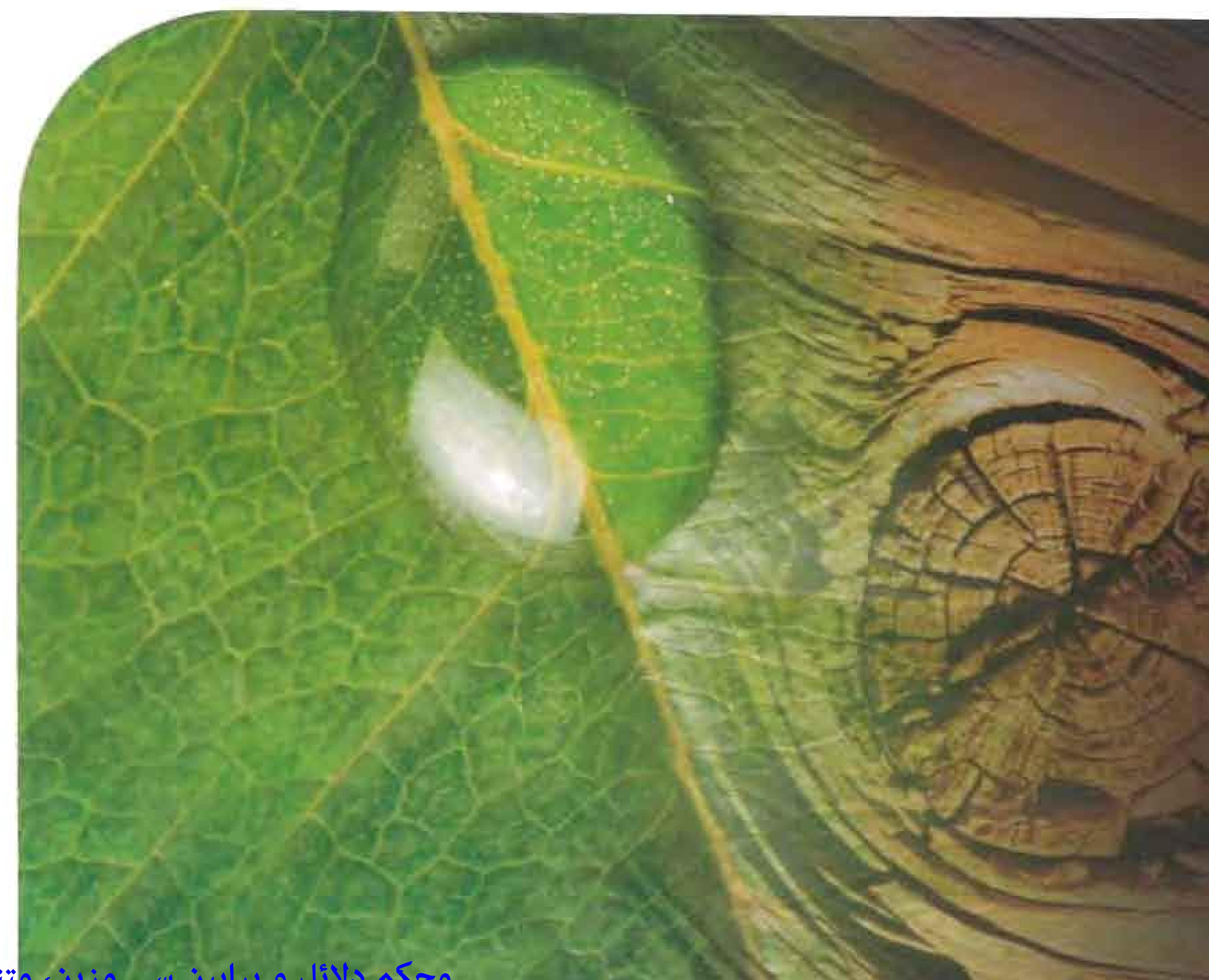
''بلاشبہ اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا اور اس کے سوا جو گناہ جس کے لیے چاہے معاف کر دیتا ہے۔'' [5]

ہاں! یہ بات یقینی ہے کہ اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا، حالانکہ وہ زانیوں کو بخش دیتا ہے، قاتلوں اور گناہ گاروں کو معاف کر دیتا ہے اور ان سے درگزر کرتا ہے۔



صحیحین میں نبی ﷺ کا فرمان موجود ہے، آپ نے فرمایا:

''بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ نے ایک کنویں کے پاس پیاسا کتا دیکھا، وہ کبھی تو کنویں کی منڈیر پر چڑھتا اور کبھی اس کے گرد چکر لگاتا۔ شدید گرمی کا عالم تھا۔ پیاس کی وجہ سے اس کی زبان باہر نکلی ہوئی تھی۔ پیاس کی شدت گویا اسے ہلاک کیے دے رہی تھی۔ وہ بدکار عورت اپنے رب کی نافرمان، دوسروں کو بھی گناہ کی دعوت دینے والی، فواحش ومنکرات کی دلدادہ اور حرام کی کمائی کھانے والی تھی۔ جب اس نے پیاسے کتے کو دیکھا تو اپنا موزہ (یا جوتا) اتارا، دوپٹے سے باندھا اور کنویں سے پانی نکال کر اسے پلایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو بخش دیا۔'' [6]



اللہ اکبر! اس عورت کو بخش دیا گیا؟ مگر کیوں؟ کیا وہ بہت بڑی عبادت گزار تھی؟ تہجد گزار اور روزہ دار تھی؟ کیا وہ اللہ کی راہ میں شہید ہوئی؟ نہیں، نہیں! بلکہ اس نے تو ایک کتے کو چند گھونٹ پانی پلایا تھا جس کی وجہ سے اللہ نے اس کے گناہ معاف کردیے۔ یہ عورت تھی تو گنہگار لیکن اس نے اللہ کے ساتھ کبھی کسی ولی کو شریک جانا نہ کسی قبر کی پوجا کی اور نہ کسی پتھر یا بشر کو تعظیم دی۔ بس اسی لیے اللہ نے اس کی بخشش کر دی۔ اندازہ لگائیں! اللہ کی بخشش گنہگاروں کے کتنی قریب ہے اور مشرکوں سے کس قدر دور ہے!

ایک سبق آموز قصہ

بعض لوگوں کی عادت ہے کہ زانیوں اور شرابیوں کو دیکھتے ہیں تو بڑے چراغ پا ہوتے ہیں، پیچ وتاب کھاتے ہیں مگر قبروں اور آستانوں کی دہلیز پر ماتھا ٹیکنے اور انھیں چومنے والوں سے یا وہاں کسی بھی قسم کی عبادت بجا لانے والوں سے کبھی ناراض نہیں ہوتے۔ زنا یا شراب نوشی کبیرہ گناہ ہیں لیکن یہ انسان کو دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کرتے جبکہ غیر اللہ کی معمولی سی عبادت کرنے سے انسان مشرک بن جاتا ہے اور اسی حالت میں موت آجائے تو کفر کی موت مرتا ہے۔ علمائے ربانی ہمیشہ اپنے وعظوں میں عقیدے کی اصلاح پر زور دیتے رہے ہیں۔

ایک بزرگ عالم دین نے توحید کی اہمیت پر کتاب لکھی تو وہ طالبان علم کو شرح کے ساتھ پڑھانے لگے۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ توحید کے مسائل بھی ذہن نشین کراتے تھے۔

ایک دن ایک طالب علم کہنے لگا: ''استاد جی! (توحید کے علاوہ) کسی اور موضوع پر درس سننے کا ارادہ ہے۔ کوئی قصہ، کسی کی سیرت کا یا کوئی تاریخی واقعہ سنائیں۔''

استاد صاحب نے کہا: ''ٹھیک ہے۔ ہم ان شاء اللہ غور کریں گے۔''

اگلے روز استاد صاحب پریشان اور غمگین نظر آئے۔ طلبہ نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو استاد صاحب نے فرمایا: ''قریبی گاؤں میں ایک آدمی کے بارے میں علم ہوا ہے کہ اس نے نیا گھر بنایا ہے اور گھر کو جناتی اثر سے بچانے کے لیے گھر کے دروازے کی دہلیز پر جن کی خوشنودی کے لیے ایک مرغ ذبح کیا ہے۔ میں نے واقعے کی تصدیق کے لیے ایک صاحب کو وہاں بھیجا ہے۔''

طلبہ نے اس خبر سے کوئی خاص اثر نہ لیا، بس اس آدمی کے لیے ہدایت کی دعا کی اور خاموش ہو گئے۔

اگلے روز استاد صاحب تشریف لائے اور کہنے لگے: ''میں نے کل والے واقعے کی تصدیق کرائی ہے۔ معلوم ہوا کہ اصل واقعہ کچھ اور ہے۔ اس آدمی نے جن کی خوشنودی کے لیے مرغ وغیرہ کچھ بھی ذبح نہیں کیا تھا بلکہ اس نے اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کیا ہے۔''

یہ سننا تھا کہ تمام طلبہ طیش میں آ گئے۔ اسے برا بھلا کہنے لگے۔

وہ کہہ رہے تھے: ''اسے سزا دینی چاہیے۔'' طلبہ نے خوب شور مچایا اور ہنگامہ برپا کیا۔

استاد صاحب کہنے لگے: ''بچو! تمھارا معاملہ بھی انتہائی عجیب ہے۔ تم اس

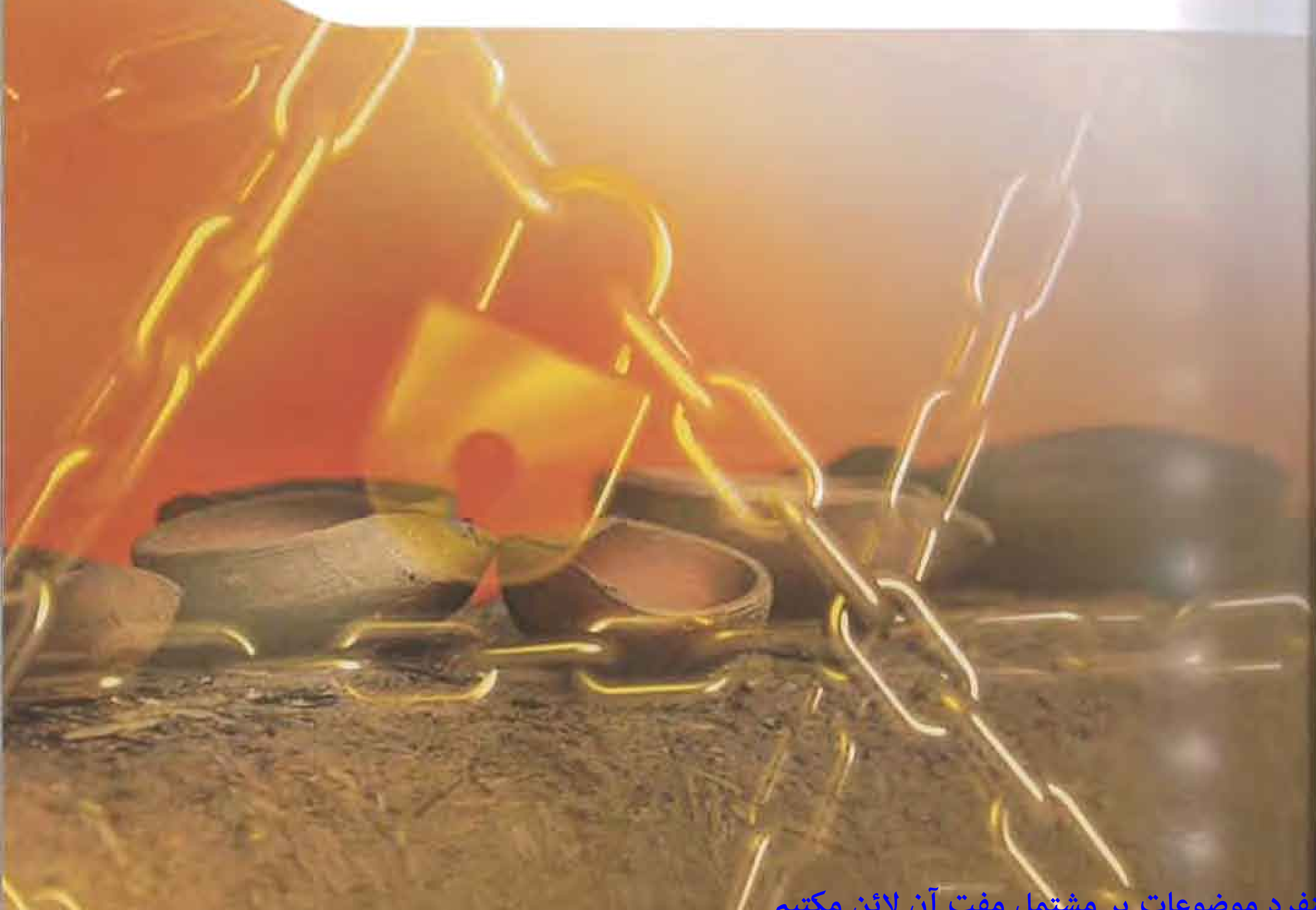
کے کبیرہ گناہ کے ارتکاب پر تو بڑے مشتعل ہوئے ہو جبکہ وہ شخص جو شرک میں مبتلا ہے، غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرتا ہے، اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتا ہے تم اسے روکنے کی کوشش نہیں کرتے۔'' اب طلبہ خاموش ہو گئے۔ استاد صاحب نے ایک بچے کو اشارہ کیا اور فرمایا: ''مجھے کتاب التوحید پکڑاؤ۔ ہم اس کی دوبارہ شرح کرتے ہیں۔''

شرک سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔ اللہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ○﴾

''یقیناً شرک بہت بڑا گناہ ہے۔'' [7]



مشرکین پر جنت حرام ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔
فرمان الٰہی ہے:

﴿مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾

"جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں۔" [8]

جو انسان شرک میں مبتلا ہو گیا، شرک اس کی تمام عبادات نماز، روزہ، حج، جہاد فی سبیل اللہ اور صدقات وزکاۃ وغیرہ ضائع کر دے گا۔ ارشاد ربانی ہے:



﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

"بلاشبہ تیری طرف اور ان کی طرف جو تجھ سے پہلے ہوئے یہ وحی کی گئی کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے اعمال ضرور ضائع ہو جائیں گے اور تو ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔" [9]

شرک کی اقسام

شرک کی چند اقسام ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ایسی ہیں جو انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتی ہیں اور مشرک اگر توبہ کیے بغیر مر جائے تو اس کا دائمی ٹھکانا جہنم ہوتا ہے۔ شرک کی وہ اقسام درج ذیل ہیں:

- غیر اللہ کو پکارنا۔
- غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کر کے اور نذر ونیاز دے کر اس کی خوشنودی حاصل کرنا، مثلاً: صاحبِ قبر، جن یا شیاطین کے نام کا جانور ذبح کرنا۔
- مُردوں سے خوف کھانا یا جن اور شیاطین سے ڈرنا کہ وہ کوئی نقصان پہنچائیں گے یا بیمار کر دیں گے۔
- غیر اللہ سے ایسے کام کی حاجت براری اور مصائب دور کرنے کی امید لگانا جس پر اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں۔ آج کل قبروں پر اس شرک کا خوب مظاہرہ ہوتا ہے۔

قبروں کی زیارت کا مقصد تو عبرت ہونا چاہیے یا مرنے والوں کے لیے دعا

کرنی چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«زُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْآخِرَةَ»

”قبروں کی زیارت کو جایا کرو، یہ تمھیں آخرت یاد دلاتی ہیں۔“ [10]

قبروں کی بار بار زیارت کا یہ حکم مردوں کو ہے۔ عورتوں کے لیے قبروں پر (بکثرت) جانا جائز نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے قبروں کی بکثرت زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔“ [11]

قبرستان جانے سے وہ خود کسی فتنے میں مبتلا ہوسکتی ہیں یا اوروں کو فتنے میں مبتلا کرسکتی ہیں۔

قبروں کی زیارت سے مقصود قبر والوں سے دعا کرنا، ان سے کسی قسم کی مدد چاہنا، ان کے لیے جانور ذبح کرنا، ان سے تبرک حاصل کرنا، ان سے حاجات مانگنا یا ان کے لیے نذر و نیاز دینا ہو تو یہ شرک اکبر ہے۔ قبر میں جس کو پکارا جا رہا ہے وہ کوئی نبی ہو، ولی ہو یا کوئی بھی نیک ہستی۔ یہ سب مخلوق ہیں اور اللہ کے بندے ہیں، کسی نفع یا نقصان کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر جناب محمد ﷺ سے یہ کہلوا دیا ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا﴾

”کہہ دو میں اپنے لیے نفع یا نقصان کا مالک نہیں ہوں۔“ [12]

جب امام الانبیاء خاتم الرسل جیسی ہستی کسی کے لیے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتی تو دوسرے انسان کیسے کسی کو فائدہ یا گزند پہنچا سکتے ہیں۔

آج جاہل لوگ جو نبی ﷺ کی قبر کے پاس جا کر دعا کرتے ہیں یا آپ سے مدد مانگتے ہیں یا حسین رضی اللہ عنہ یا شیخ بدوی رحمہ اللہ یا عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ وغیرہ کی قبروں پر جا کر جو کچھ کرتے ہیں وہ سب شرک ہے۔ کسی قبر کے پاس جا کر نماز پڑھنا یا تلاوت کرنا بدعت ہے۔ قبروں کی زیارت صرف عبرت حاصل کرنے یا اہل قبور کے لیے دعا کرنے کے لیے ہونی چاہیے۔

انتہائی تعجب بلکہ افسوس ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان اہل قبور کے پاس جائے، ان سے التجا کرے کہ اس کی دعائیں قبول کی جائیں یا اس کی پریشانیاں دور کی جائیں، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ لوگ اپنی قبروں میں بے جان پڑے ہیں۔ کوئی حرکت کر سکتے ہیں نہ قبر کی اندھیری کوٹھڑی سے باہر آ سکتے ہیں۔

مزاروں اور قبروں کی بڑی آؤ بھگت ہوتی ہے۔ ان پر بڑی عالی شان عمارتیں بنائی جاتی ہیں۔ ان کی خدمت کے لیے خدام اور مجاور مقرر ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کے سامنے تقویٰ، پرہیز گاری اور



نفس کشی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لوگوں سے صاحب قبر کے جھوٹے واقعات و کمالات بیان کرتے ہیں اور سادہ لوح عوام کو صحیح اسلامی عقیدے سے پھسلا کر شرک کی راہ پر ڈال دیتے ہیں۔

ناریل خدا

جو لوگ مُردوں کی پوجا کرتے ہیں، ان سے مجھے کہنا ہے کہ تمھارے یہ مُردے جن کے آستانوں پر تم آنسو بہاتے ہو اور جن کی سفارش کی امید لگائے بیٹھے ہو:

﴿هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ○ أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ○﴾

’’کیا وہ تمھاری سنتے ہیں جب تم انھیں پکارتے ہو؟ یا تمھیں فائدہ دیتے یا نقصان پہنچاتے ہیں؟‘‘ [13]

نہیں! اللہ کی قسم! یہ سنتے ہیں نہ کوئی فائدہ دیتے ہیں۔

یہاں ایک تیرہ سالہ لڑکے کا دلچسپ واقعہ بیان کرنا بے محل نہ ہوگا۔ یہ لڑکا اپنے والد کے ساتھ بھارت کی سیر وسیاحت کے لیے گیا۔ بھارت بہت بڑا ملک ہے۔ یہاں خداؤں کی بہتات ہے۔ وہ لوگ ہر شے کو پوجتے ہیں، چاہے حیوان ہو یا درخت، پتھر ہو یا انسان، یا ستارے وہ لڑکا ہندوؤں کے ایک مندر میں گیا تو دیکھا کہ لوگ ناریل کی پوجا پاٹ کر رہے ہیں۔ انھوں نے ناریل پر آنکھیں، ناک اور منہ کی شکل بنائی ہوئی تھی اور مختلف قسم کی خوشبوئیں اور کھانے پینے کی چیزیں اس پر چڑھا رہے تھے۔ لڑکے نے آگے بڑھ کر ناریل اچکا اور دوڑ لگا

دی۔ پجاریوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو اپنا خدا گم پایا۔ دائیں بائیں نگاہ دوڑائی تو دیکھا کہ ایک بچہ ان کا خدا اٹھائے بھاگا جا رہا ہے۔ پجاریوں نے پوجا وہیں چھوڑی اور اپنا خدا حاصل کرنے کے لیے بچے کے پیچھے دوڑ پڑے۔ وہ بچہ خاصا دور نکل گیا۔ اس نے ناریل توڑا، اس کا پانی پیا اور ناریل زمین پر پٹخ دیا۔ ہندوؤں نے اپنے خدا کی یہ حالت دیکھی تو زور زور سے چلانے لگے۔ بالآخر انھوں نے بچے کو پکڑ لیا۔ اسے مارا پیٹا اور مجسٹریٹ کے پاس لے گئے۔

مجسٹریٹ (بچے سے): ’’تم نے ان کا خدا توڑا ہے؟‘‘

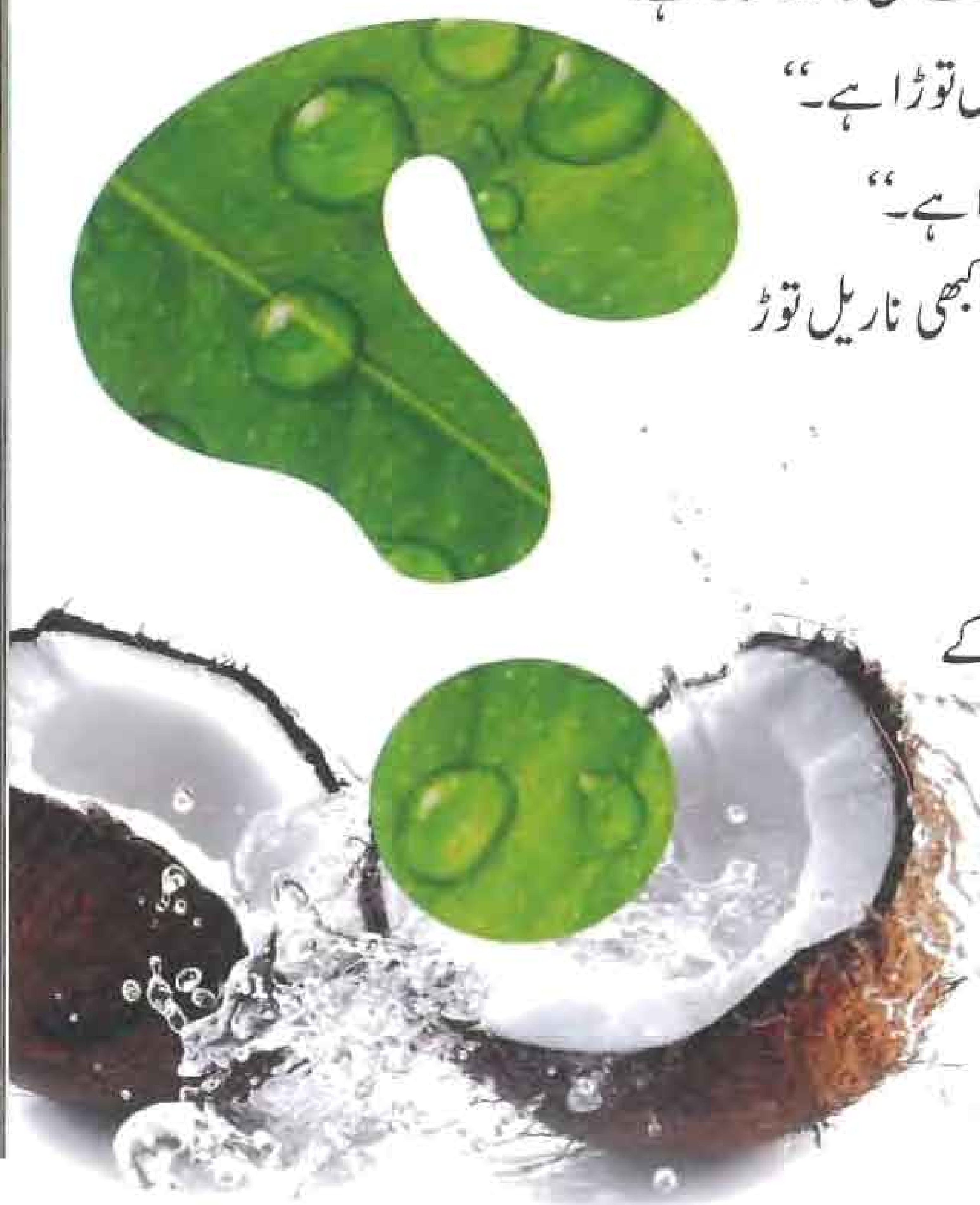
بچہ: ’’نہیں! میں نے تو ناریل توڑا ہے۔‘‘

مجسٹریٹ: ’’وہی تو ان کا خدا ہے۔‘‘

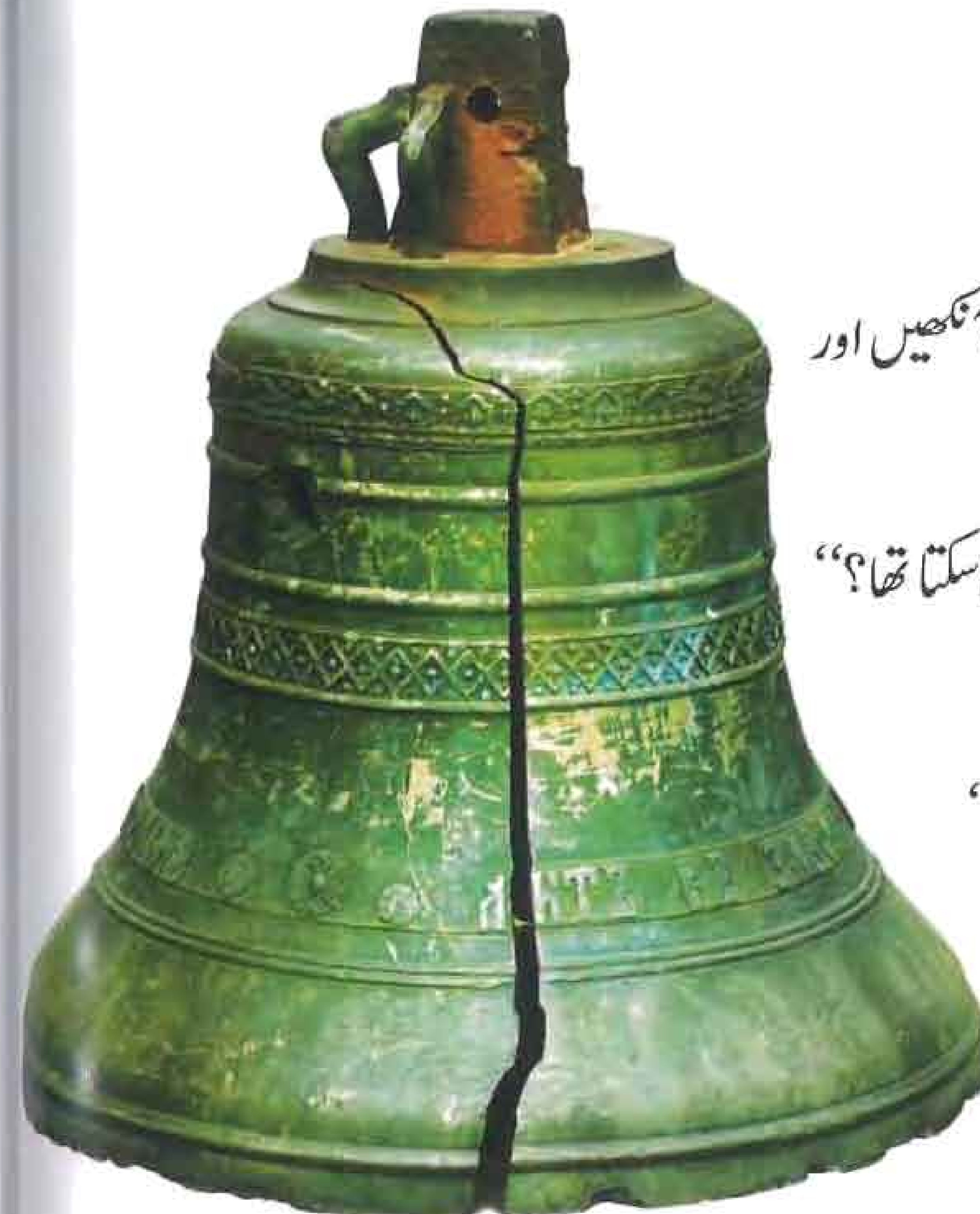
بچہ: ’’جناب! کیا آپ نے کبھی ناریل توڑ کر اس کا پانی پیا ہے؟‘‘

مجسٹریٹ: ’’ہاں، پیا ہے۔‘‘

بچہ: ’’پھر میرے اور آپ کے ناریل توڑنے میں کیا فرق ہوا؟‘‘



مجسٹریٹ سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور وہ حیران رہ گیا، پھر اس نے ناریل کے پجاریوں کی طرف دیکھا کہ



وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

پجاری: ''اس ناریل کی آنکھیں اور منہ تھا۔''

بچہ (چلا کر): ''کیا وہ بول سکتا تھا؟''

پجاری: ''نہیں۔''

بچہ: ''کیا وہ سن سکتا تھا؟''

پجاری: ''نہیں۔''

بچہ: ''پھر تم اس کی پوجا کیوں کرتے ہو؟''

کافر ہکا بکا رہ گئے لیکن اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

مجسٹریٹ نے پجاریوں کو دیکھا۔ اسے خدشہ ہوا کہ وہ بچے کو گزند پہنچائیں گے۔ اس نے بچے سے کہا: ''سزا کے طور پر تمھیں ایک سو پچاس روپے جرمانہ کیا جاتا ہے۔'' بچے نے جرمانہ ادا کیا اور لوٹ آیا۔ وہ توحید کے پرچار میں کامیاب رہا تھا۔

---

1 الزمر 3:39. 2 لقمٰن 25:31. 3 صحيح البخاري، حديث: 4372 و صحيح مسلم، حديث: 1764. 4 الأعراف 194:7. 5 النسآء 48:4. 6 صحيح البخاري، حديث: 3467,3321 وصحيح مسلم، حديث: 2245. 7 لقمٰن 13:31. 8 المآئدة 72:5. 9 الزمر 65:39. 10 صحيح مسلم، حديث: 976، وسنن ابن ماجه، حديث: 1569 واللفظ له. 11 جامع الترمذي، حديث: 1056، وسنن ابن ماجه، حديث: 1574-1576. 12 الأعراف 188:7. 13 الشعرآء 73,72:26.



قبوں اور مزاروں کی قسمیں

- ایسے قبے جو مسلمانوں کے عام قبرستان میں بنائے جاتے ہیں۔ جیسے آپ دیکھتے ہیں کہ قبرستان میں کسی نہ کسی قبر پر شاندار قبہ بنا ہوتا ہے۔
- ایسے قبے جو مساجد میں بنائے جاتے ہیں یا کسی قبے پر مسجد بنا دی جاتی ہے۔ بسا اوقات یہ قبہ قبلہ رخ ہوتا ہے یا مسجد کی پچھلی جانب یا دائیں بائیں کسی بھی طرف ہوتا ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ نے قبے بنانے اور ان پر میلہ منعقد کرنے سے منع کیا ہے۔ آپ نے اللہ سے دعا کی تھی کہ میری قبر کو پوجا پاٹ کا مرکز نہ بنایا جائے۔ آپ نے یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت کا بھی ذکر کیا جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا تھا۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

«اَللّٰهُمَّ! لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُّعْبَدُ، لَعَنَ اللّٰهُ قَوْمًا اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَّسَاجِدَ»

''اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے...... اللہ

نے ان لوگوں پر لعنت کی جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔'' [1]

رسول اللہ ﷺ کی قبر اور دیگر تمام انبیاء وصالحین کی قبریں اسی حکم کے تحت آتی ہیں۔

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابو ہیاج اسدی سے فرمایا: ''میں تمھیں اس کام پر روانہ کرتا ہوں جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا:

''ہر تصویر کو مٹا دو اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دو۔'' [2]

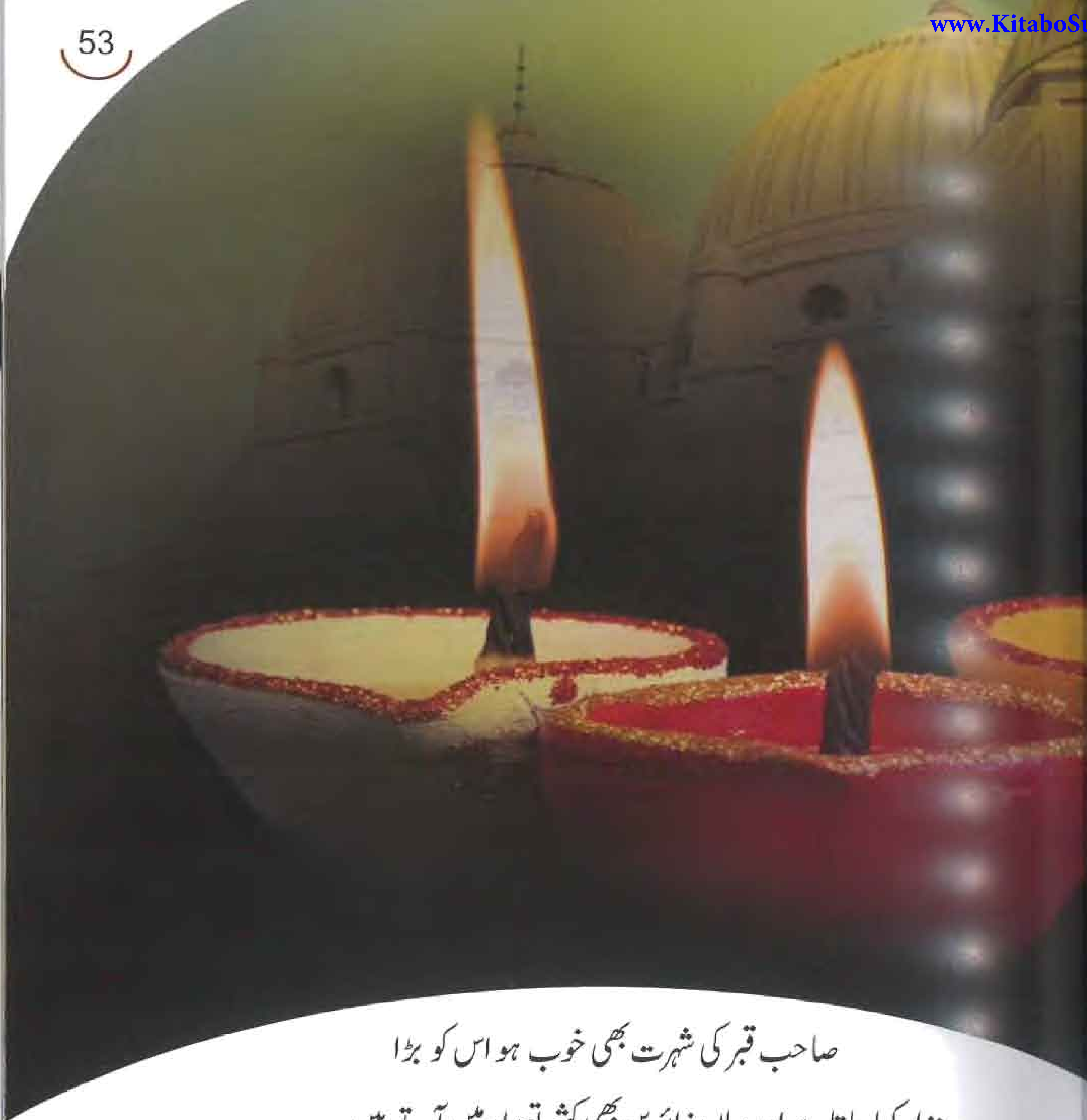
رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے، ان پر مجاور بن کر بیٹھنے اور ان پر عمارتیں (قبہ وغیرہ) بنانے سے منع کیا ہے۔ [3] آپ نے قبروں پر کتبے لگانے سے بھی روکا ہے، نیز رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر مساجد بنانے اوران پر چراغ روشن کرنے والے پر لعنت کی ہے۔ [4]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ کے دور میں عالم اسلام میں شرک کا نام ونشان تک نہ تھا، نہ کسی نبی کی قبر پر اور نہ کسی دوسرے کی قبر پر۔

موجودہ دور کے سنگین حالات

مصر میں اولیاء کے مزار جو شہروں اور بستیوں میں پھیلے ہوئے ہیں، چھ ہزار سے اوپر ہیں۔ سال بھر میں شاید ہی کوئی دن ایسا ہو کہ مصر میں کوئی نہ کوئی میلہ یا عرس نہ منایا جاتا ہو۔ جس بستی یا گاؤں میں کوئی مزار نہ ہو اسے بے برکت تصور کیا جاتا ہے۔

کچھ مزار بڑے ہیں اور کچھ چھوٹے۔ جس مزار کی عمارت بلند اور وسیع ہو اور



صاحب قبر کی شہرت بھی خوب ہو اس کو بڑا مزار کہا جاتا ہے اور وہاں زائرین بھی کثیر تعداد میں آتے ہیں۔

قاہرہ کے بڑے مزاروں میں حسین رضی اللہ عنہ کا مزار، سیدہ زینب، سیدہ عائشہ، سیدہ سکینہ، سیدہ نفیسہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے مزار شامل ہیں۔ اسی طرح (امام الحدیث) لیث بن سعد رحمہ اللہ کا مزار بھی بڑے مزاروں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ شیخ بدوی کا مزار طنطا میں، شیخ دسوقی کا مزار دسوق شہر میں اور شیخ شاذلی کا مزار حمیثرہ گاؤں میں واقع ہے۔

مشرکین دور و نزدیک سے آ کر حسین رضی اللہ عنہ کی مزعومہ قبر کی زیارت کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اس کا طواف ہوتا ہے اور جانور بھی ذبح کیے جاتے ہیں، نیز بیماریوں سے شفا طلب کی جاتی ہے اور مصائب دور کرائے جاتے ہیں۔

شیخ بدوی کے مزار پر ہر سال میلہ لگتا ہے۔ یہاں مشرکین حج کی طرح اکٹھے ہوتے ہیں۔ اندرون و بیرون ملک سے کثیر تعداد میں حاضری دیتے ہیں۔ ان میں سنی اور شیعہ سب لوگ شامل ہوتے ہیں۔

ترکی کے شہر قونیہ میں جلال الدین رومی کے مزار پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے:

صَالِحٌ لِلْأَدْيَانِ الثَّلَاثَةِ: الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى.

یعنی شیخ جلال الدین رومی تینوں ادیان اسلام، یہودیت اور نصرانیت کے مشترکہ ولی ہیں۔ ان کو 'قطب اعظم' کہا جاتا ہے۔

شام کے حالات بھی مصر سے مختلف نہیں۔ صرف دمشق میں معتبر ذرائع کے مطابق ایک سو چورانوے مزار ہیں۔ چوالیس مزار تو بہت مشہور ہیں۔ ستائیس قبریں صحابۂ کرام کی طرف منسوب ہیں۔ دمشق میں یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے سر مبارک کا مزار بھی ہے جو اموی مسجد کے احاطے میں ہے۔ اسی مسجد کے ایک کونے میں صلاح الدین ایوبی اور عماد الدین زنگی کے مقبرے اور دیگر قبریں ہیں۔ مشرکین ان کی زیارت کو آتے ہیں اور انھیں اپنی حاجات کا وسیلہ بناتے ہیں۔

شام میں ابن عربی (شیخ اکبر) صاحبِ فصوص الحکم کا مزار بھی ہے، حالانکہ وہ گمراہ آدمی تھا۔



ترکی میں چارسو اکیاسی جامع مساجد ہیں اور ان میں سے کوئی بھی مزار کے بغیر نہیں۔ سب سے مشہور مسجد استنبول میں ہے جو ابو ایوب انصاریؓ سے منسوب قبر پر بنائی گئی ہے۔

بھارت میں ڈیڑھ سو سے زائد مشہور ومعروف مزار ہیں جہاں ہزاروں مشرکین زیارت کے لیے آتے ہیں۔

عراق میں صرف بغداد کے اندر ڈیڑھ سو سے زائد جامع مسجدیں ہیں۔ ان میں شاید ہی کوئی مسجد ایسی ہوگی جس میں مزار نہ ہو۔ موصل میں بھی چھہتر سے زائد مشہور مزار ہیں اور سب کے سب کسی نہ کسی جامع مسجد میں بنائے گئے ہیں۔ یہ ان مزاروں کے علاوہ ہیں جو چھوٹی مساجد میں یا عام جگہوں پر بنائے گئے ہیں۔ [5]

پاکستان میں بہاء الدین زکریا ملتانی کی قبر مزار کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ یہاں اہل شرک مختلف قسم کی عبادات بجا لاتے ہیں، سجدے کیے جاتے اور چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔

پاکستان کے شہر لاہور میں علی ہجویری کا مزار ہے جو ملک کے بڑے مزاروں میں شمار ہوتا ہے۔ وہاں بھی مشرکین کی بڑی تعداد ہر وقت موجود رہتی ہے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ مشرکین جن قبروں کو بہت بابرکت سمجھتے ہیں، ان میں سے اکثر کی کوئی حقیقت نہیں۔ وہ جھوٹی اور بناوٹی قبریں ہیں۔

ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ حسینؓ کی ایک قبر تو قاہرہ میں ہے جو مشرکین کی زیارت گاہ ہے۔ وہ یہاں طرح طرح کی عبادات بجا لاتے ہیں، دعائیں مانگتے ہیں، جانور ذبح کرتے اور قبر کا طواف کرتے ہیں۔ ادھر حسینؓ کی ایک قبر عسقلان (فلسطین) میں بھی ہے۔ اسی طرح حلب کی مغربی جانب جوشن

پہاڑ کی ڈھلان پر بھی حسینؓ کے سر کا مزار موجود ہے۔ ان کے علاوہ مزید چار مقامات ایسے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں حسینؓ کا سر دفن ہے۔ وہ چار جگہیں یہ ہیں: دمشق، نجف اور کوفے کے درمیان مقام حنانہ، مدینہ منورہ میں فاطمہؓ کی قبر کے ساتھ اور نجف میں علیؓ کی قبر کے پہلو میں۔ اسی طرح میدان کربلا کے بارے میں بھی یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ ان کا سر وہیں ان کے جسم کے ساتھ رکھ دیا گیا تھا۔ [6]

سیدہ زینب بنت علیؓ مدینہ میں فوت ہوئیں اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ لیکن شیعہ نے ان کا ایک مقبرہ دمشق میں تعمیر کر ڈالا۔ [7]

قاہرہ میں بھی ان کا ایک مقبرہ بہت مشہور ہے جبکہ کتب تاریخ میں کہیں بھی مذکور نہیں کہ سیدہ زینبؓ نے زندگی





میں یا مرنے کے بعد کبھی مصر کا سفر کیا تھا۔

اسکندریہ والوں کا یہ اعتقاد ہے اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ ان کے ہاں ایک مزار میں مدفون ہیں۔ اہل علم کے ہاں یہ یقینی ہے کہ آپ اسکندریہ میں مدفون نہیں۔ [8]

قاہرہ میں سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ (ﷺ) کا مبینہ مقبرہ بنا ہوا ہے۔ یہ زیارت گاہ اور سیدہ سکینہ بنت حسین ابن علی رضی اللہ عنہم کا مزار دونوں فاطمی خلیفہ آمر باحکام اللہ کی بیوی نے بنوائے تھے۔

مشہور ترین مزاروں میں نجف میں علی رضی اللہ عنہ کا مزار ہے جبکہ یہ قبر جعلی ہے۔ درحقیقت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کے قصر امارت میں دفن ہوئے تھے۔ [9] بصرہ میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی قبر بنی ہوئی ہے، حالانکہ آپ مدینہ میں فوت ہوئے اور بقیع میں دفن ہوئے۔

حلب میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا مزار ہے، حالانکہ آپ کی وفات مدینہ میں ہوئی۔ شام کے مشرکین نے ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہما جو رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی یکے بعد دیگرے بیویاں ہیں، ان کے نام کی قبریں بنا رکھی ہیں، حالانکہ وہ دونوں نبی ﷺ کی حیات طیبہ میں مدینہ کے اندر ہی فوت ہوئیں اور وہیں بقیع میں دفن ہوئیں۔

دمشق کی جامع مسجد میں ہود علیہ السلام کی قبر جعلی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے کبھی شام کا سفر نہیں کیا تھا۔ حضرموت (یمن) میں بھی ان سے منسوب ایک قبر موجود ہے۔

حضرموت ہی میں صالح علیہ السلام کی مبینہ قبر ہے، حالانکہ آپ حجاز میں فوت ہوئے تھے۔ صالح علیہ السلام کے نام کی ایک قبر یافا (فلسطین) [10] میں بھی ہے۔ یافا میں ایوب علیہ السلام کا مزار بھی بتایا جاتا ہے۔

---

[1] مسند أحمد: 246/2. [2] صحیح مسلم، حدیث: 969، وسنن أبي داود، حدیث: 3218، ومسند أحمد: 129/1. [3] صحیح مسلم، حدیث: 970. [4] سنن أبي داود، حدیث: 3236. [5] تفصیل کے لیے دیکھیں: الانحرافات العقدیة، ص: 295,294,289. [6] دیکھیے الانحرافات العقدیة، ص: 288، ومجلة لغة العرب، جلد: 7، السنة السابعة: 1929م، ص: 561,557، ومعالم حلب الأثریة لعبد الله حجار۔ افغانستان کے علاقے 'امام صاحب' میں بھی مبینہ طور پر حسین رضی اللہ عنہ کا سر مدفون ہے۔ جناب مولانا امیر حمزہ لکھتے ہیں: میں نے لوگوں سے پوچھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوئے اور وہیں ان کی قبر بھی ہے۔ یہاں ان کا مزار کیسے بن گیا؟ جواب ملا کہ وہاں ان کا دھڑ جبکہ یہاں سر مدفون ہے۔ (روس کے تعاقب میں از مولانا امیر حمزہ، ص: 57)۔ [7] عبداللہ بن محمد بن خمیس، ص: 67. [8] مساجد مصرو أولیاء ها الصالحون: 2/33. [9] افغانستان کے شہر 'مزار شریف' کے بارے میں معروف ہے کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ مدفون ہیں۔ مزار شریف کی یہ زیارت افغانستان کی بڑی بڑی زیارت گاہوں میں سے ہے۔ (روس کے تعاقب میں از مولانا امیر حمزہ، ص: 57)۔ [10] یافا: یورپی زبانوں میں اسے Jaffa یا Jappa لکھا جاتا ہے۔ یہ ساحلی شہر اسرائیل کی ناجائز ریاست میں شامل ہے اور اسرائیل کے دارالحکومت ''تل ابیب'' کے ساتھ مل کر ''تل ابیب یافو'' کہلاتا ہے۔ (اٹلس فتوحات اسلامیہ اردو، ص: 182)۔



شیخ برکات کا مزار

غور کریں شیطان نے کس طرح مشرکین کی عقلیں ماؤف کر دی ہیں۔ انھیں زمین و آسمان کے رب کی عبادت سے ہٹا کر مُردوں بلکہ مٹی اور بوسیدہ ہڈیوں کی تعظیم پر لگا دیا ہے۔ کسی بت، شجر و حجر یا قبر کی تعظیم شروع شروع میں چند چھوٹی چھوٹی باتیں پھیلانے سے شروع ہوتی ہے۔ مثلاً: اس قبر سے زائرین کو بہت فائدہ حاصل ہوا ہے، جو اس سے دعا کرے گا، یہ اس کی سفارش کرے گا وغیرہ۔ یہاں تک کہ لوگوں میں صاحب قبر کی جھوٹی کرامات پھیل جاتی ہیں جو آہستہ آہستہ لوگوں کے نزدیک حقیقت کا روپ دھار لیتی ہیں۔ پھر شرک کی مختلف شکلیں ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ قبر کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور اللہ کو چھوڑ کر صاحب قبر سے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ قبر حقیقی ہو یا جعلی، مشرکین کو تو بس پوجا پاٹ سے غرض ہوتی ہے۔

مجھے یہاں شیخ برکات کے مزار کا واقعہ یاد آ رہا ہے جو ایک آدمی نے بیان کیا ہے۔ یہ واقعہ دو نوجوانوں عادل اور سعید کو پیش آیا۔ دونوں نے یونیورسٹی سے گریجویشن کی، پھر دونوں اکٹھے ایک سکول میں ٹیچر لگ گئے۔ یہ سکول جس گاؤں

میں تھا وہاں لوگ قبروں کی تعظیم کرتے اور نذر و نیاز کو آخرت کی نجات کے لیے کافی سمجھتے تھے۔

ایک روز اسکول جاتے ہوئے راستے میں عادل سعید سے باتیں کر رہا تھا کہ ایک پاگل سا ادھیڑ عمر بھکاری بس میں چڑھ آیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا بار بار اپنی قمیص کی گندی لٹکتی ہوئی آستین کے ساتھ اپنے منہ سے بہنے والی رال پونچھ رہا تھا، پھر اس نے مسافروں سے بھیک مانگنی شروع کی۔ وہ انھیں ڈرا رہا تھا کہ اسے بھیک نہ دینے کی صورت میں وہ ان کے لیے بددعا کرے گا اور بس راستے میں الٹ جائے گی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ مستجاب الدعوات ہے اور اس کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔

بظاہر سعید جس خاندان میں پلا بڑھا تھا، وہ اولیاء، ابدالوں اور غوث الاعظموں کی کرامات کا بے حد قائل تھا۔ ملنگ کی بات سن کر وہ کچھ مضطرب ہوا اور گھبرا گیا۔ اس نے عادل سے کہا کہ ملنگ بابا کو کچھ دینا چاہیے۔ کہیں بس نہ الٹ جائے۔ اس کا خیال تھا کہ بھکاری (عبدالکریم ابو شطہ) بڑے مبارک درویشوں اور مستجاب الدعوات لوگوں میں سے ہے۔ عادل کو تعجب ہوا۔ وہ کہنے لگا: ”بات یہ ہے کہ اہل سنت اولیاء کی کرامات کے قائل تو ہیں بشرطیکہ جھوٹی درویشی کرامات نیکوکار اور پرہیزگار لوگوں سے صادر ہوں۔ وہ چھپ کر نیک عمل کرتے ہیں۔ اس جیسے مجذوبوں کی طرح نہیں جو دین کے نام پر مال بٹورتے پھرتے ہیں۔“

سعید نے بلند آواز سے کہا: ”ایسا مت کہو۔ اس کے ہاتھوں ظاہر ہونے والی

کرامات کی باتیں چھوٹے بڑے کی زبان پر ہیں۔ دیکھ لینا ابھی ہم بس میں ہوں گے کہ یہ بس سے اتر کر پیدل ہم سے پہلے اگلے گاؤں پہنچ جائے گا اور وہاں ہمارا انتظار کر رہا ہوگا۔ جی ہاں! یہ کرامت ہے۔ کیا تم کرامتوں کے منکر ہو؟“

عادل: ”میں کرامات کا بالکل منکر نہیں۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے ہاتھوں چاہے کرامت دکھا سکتا ہے۔ لیکن اگر کرامات کا مطلب یہی ہے کہ زندوں اور مُردوں کو اللہ کا شریک بنایا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرح پیدا کر سکتے ہیں۔ ان کا بھی حکم چلتا ہے۔ وہ بھی کائنات میں تصرف کر سکتے ہیں۔ ہم ان سے ڈرنے بھی لگیں اور ان کے غصے سے بچنے میں عافیت جانیں تو میں کرامات کو نہیں مان سکتا۔“

سعید: ”اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم شیخ احمد ابو سرور کی اس کرامت کی تصدیق نہیں کرتے کہ وہ عرفات سے استنبول آئے، اپنے گھر والوں کے ساتھ کباب تناول کیے اور راتوں رات واپس عرفات پہنچ گئے؟“

عادل: سعید بھائی! کیا یونیورسٹی میں تم نے یہی کچھ سیکھا ہے؟“

سعید: ”شاید ہم نے غلط موضوع چھیڑ لیا ہے۔“

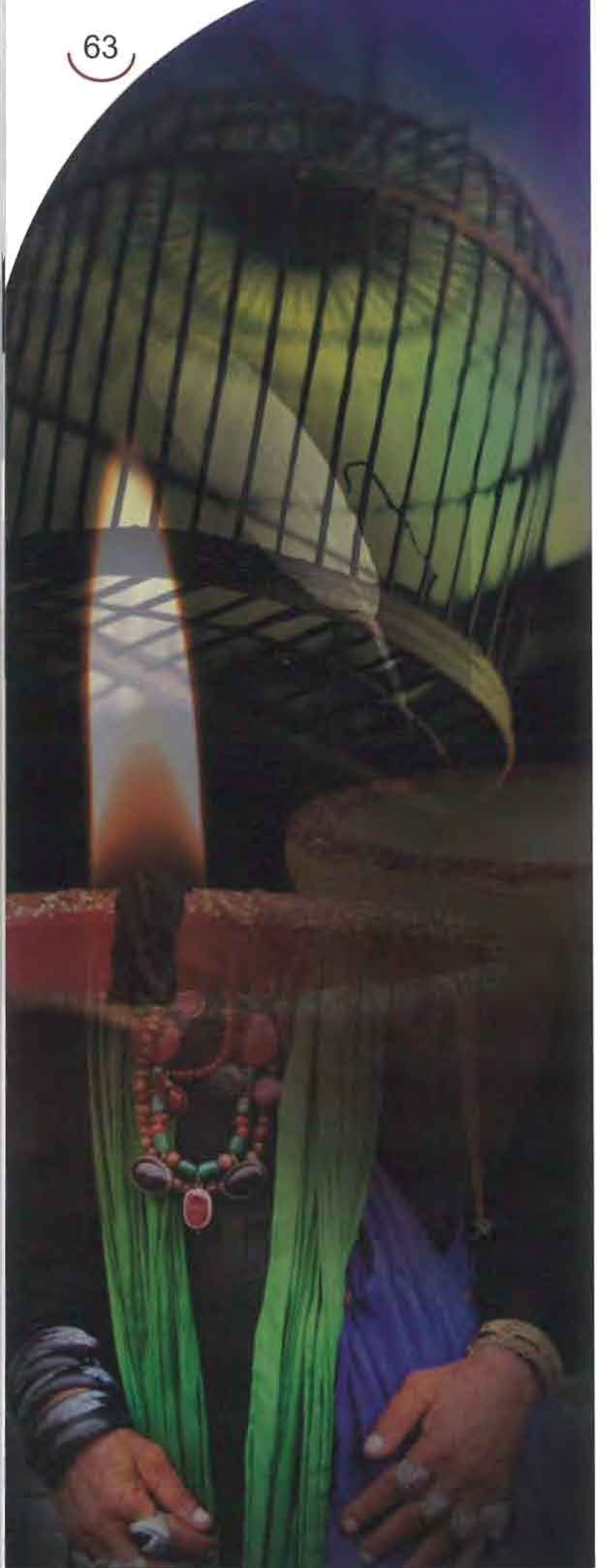
عادل: ”میں مذاق نہیں کر رہا۔ میں یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ عوام کی بیان کردہ خرافات پر قرآن و حدیث کی طرح اعتقاد رکھا جائے۔“

سعید: ”لیکن یہ کرامات صرف عوام بیان نہیں کرتے۔ ہمارے بڑے بڑے اساتذہ بہت دفعہ قبروں اور مزاروں کی کرامات کا ذکر کر چکے ہیں۔“

عادل: ”ٹھیک ہے، سعید بھائی! اگر میں تمھارے سامنے عملی دلیل پیش کروں کہ یہ سارے مزار اور قبریں جھوٹی ہیں۔ اکثر قبریں حقیقی نہیں نہ ان میں کوئی مدفون ہوتا ہے اور وہ ولی بھی نہیں ہوتا۔ یہ تو صرف افواہیں ہوتی ہیں یا پھر دھوکا فریب جو لوگوں میں پھیل جاتا ہے اور وہ اس کو سچ ماننے لگتے ہیں۔ بولو تمھیں اس کا تماشا دکھا دوں تو تم کیا کہو گے؟“

یہ سن کر سعید غصے میں آ گیا اور اعوذ باللہ کی تکرار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر دونوں خاموش رہے۔ بس چلتی رہی۔ گاؤں کا چوک آ گیا۔ عادل نے سعید کی طرف دیکھا اور کہا: ”سعید! کیا اس چوک پر قبر یا مزار ہے؟“

سعید: ”نہیں! یہ عقل مندی تو نہیں کہ کسی ولی کو بیچ چوراہے کے دفنا دیا جائے۔“



عادل: ''اگر ہم گاؤں میں مشہور کر دیں کہ اس چوراہے میں کسی ولی کی پرانی قبر تھی جس کے نشانات مٹ گئے ہیں تو کیسا رہے گا؟ ہم اس ولی کی کرامات اور اس کے مستجاب الدعوات ہونے کا ایک قصہ گھڑ لیتے ہیں، پھر دیکھتے ہیں کیا لوگ اسے تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ مجھے تو یقین ہے لوگ اس افواہ کو حقیقت پر محمول کریں گے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگلے سال تک لوگ مزعومہ قبر پر مزار بھی تعمیر کر دیں، پھر اللہ کو چھوڑ کر اسے پکارنا شروع کر دیں گے، حالانکہ اس کی حقیقت مٹی کے ڈھیر سے زیادہ نہیں ہوگی۔ زمین کے نیچے تک کھدائی کریں گے تو بھی انھیں کچھ نہیں ملے گا۔''

سعید: ''ارے چھوڑو، لوگ اتنے بے وقوف بھی نہیں؟''

عادل: ''میرے ساتھ تعاون کرو تمھارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ معلوم ہوتا ہے تم نتائج سے خوفزدہ ہو۔''

سعید: ''نہیں ڈر کی تو کوئی بات نہیں لیکن میں اس کام سے مطمئن نہیں۔''

عادل: ''تم رضا مندی ظاہر کر ہی رہے ہو تو ہم فرضی قبر والے کا نام شیخ برکات رکھ دیتے ہیں۔''

سعید: ''ٹھیک ہے جیسے تم چاہو۔''

عادل اور سعید میں اتفاق ہوگیا کہ سکول میں اور حجاموں کی دکانوں پر یہ افواہ پھیلا دی جائے۔ حجام کی دکان خبریں پھیلانے کا بہترین ذریعہ ہوتی ہے۔ وہ دونوں گاؤں پہنچے تو بس سے اتر کر سیدھے سلیم حجام کی دوکان پر گئے اور وہاں موجود لوگوں کے سامنے اولیاء کے تذکرے چھیڑ دیے اور یہ بھی بیان کیا کہ ایک



نیک ولی کئی برسوں سے ہمارے ہاں مدفون ہیں۔ اللہ کے ہاں ان کا بڑا رتبہ ہے جبکہ ان سے دستگیری چاہنے والے بہت کم ہیں۔

سلیم حجام نے جلدی سے قبر کی جگہ دریافت کی۔ انھوں نے بتایا کہ گاؤں کے باہر گول چوک کے پاس ان کی قبر ہے۔

حجام: ''اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے گاؤں کو بھی ایک ولی سے نوازا ہے۔ میری تو بڑے عرصے سے تمنا تھی۔ یہ کوئی اچھی بات تو نہیں کہ قریبی قصبوں میں تو دسیوں نیک بزرگ دفن ہیں لیکن ہمارے ہاں ایک بھی نیک آدمی کی قبر نہیں۔''

عادل کہنے لگا: ''سلیم صاحب! شیخ برکات کا شمار بڑے بڑے صلحاء میں ہوتا ہے اور اللہ کے ہاں ان کا بڑا مقام تھا۔''

حجام نے خوشی سے چلا کر کہا: ''پھر تو آپ کو شیخ برکات کے بارے میں ساری معلومات ہوں گی۔''

بس پھر کیا تھا، پورے گاؤں میں آگ کی طرح یہ خبر پھیل گئی۔ لوگ اکثر شیخ



برکات کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ اور تو اور اسے خوابوں میں بھی دیکھنے لگے۔ اپنی مجلسوں میں شیخ برکات کے بلند وبالا قد، بڑی پگڑی اور دیگر بے شمار کرامتوں کا ذکر کرنے لگے۔ ایک آدمی نے یہ کرامت گھڑ لی کہ جب وہ اذان کے لیے گھر سے نکلتے تھے تو مسجد کا مینار خود ان کی طرف جھک جاتا تھا۔

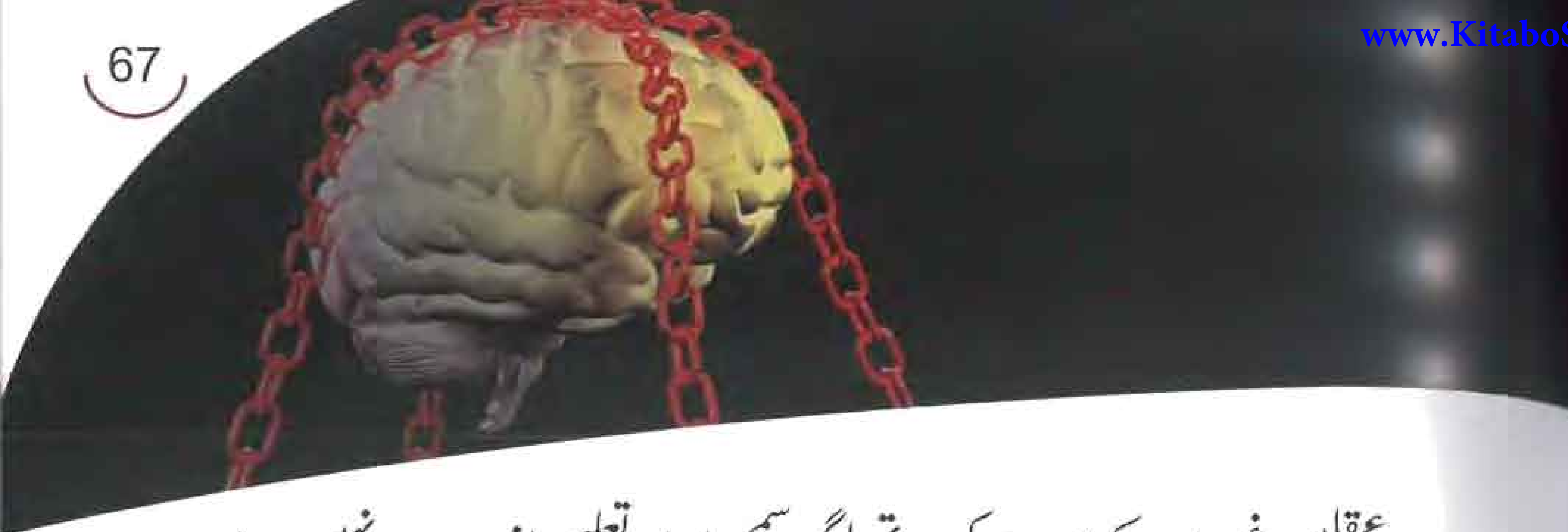
اسی طرح سکول میں بھی اساتذہ کے درمیان شیخ برکات ہی موضوع بحث بنا ہوا تھا۔ معاملہ حد سے بڑھتا نظر آیا تو سعید سے صبر نہ ہو سکا۔ وہ تمام اساتذہ سے مخاطب ہوکر بلند آواز سے بولا: ”عقلمندو! ان خرافات کو چھوڑو۔“

اس پر سب اساتذہ نے یک زبان ہوکر کہا: ”کیا یہ خرافات ہیں؟ کیا شیخ برکات کی قبر کا کوئی وجود نہیں؟“

سعید: ”شیخ برکات کا کوئی وجود نہیں۔ ان کی قبر کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ تو محض ایک افواہ تھی۔ گول چوک پر تو صرف مٹی ہی اکٹھی کی ہوئی ہے۔ اس میں کوئی شیخ ہے نہ ولی اور نہ وہ قبر ہے۔“

یہ سن کر سب اساتذہ بھنّا اٹھے اور کہنے لگے: ”اللہ کے بندے! کیا کہہ رہے ہو؟ شیخ برکات کے بارے میں کچھ کہنے کی تمھیں جرأت کیسے ہوئی؟ گاؤں کی مغربی جانب کا چشمہ شیخ برکات ہی کے ہاتھ سے پھوٹا تھا اور اسی نے ......“

سعید شور بڑھ جانے کی وجہ سے پریشان تو ہوا لیکن سنبھل کر بولا: ”اپنی



عقلیں غیروں کے سپرد نہ کرو۔ تم لوگ سمجھدار اور تعلیم یافتہ ہو۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ جب بھی کوئی تمھیں کسی قبر یا مزار کی خبر دے یا شیطان نیند میں تمھاری عقلوں سے کھیلے تو تم اسے سچ مان لو۔“

اب سکول کا پرنسپل بھی گفتگو میں شامل ہوگیا اور کہنے لگا: ”شیخ برکات کی صفات والی شخصیت موجود ہے اور یہ یقینی امر ہے۔ کل ان کے بارے میں اخبار میں جو کالم چھپا تھا، کیا آپ نے نہیں پڑھا؟“

یہ سن کر سعید کو بہت تعجب ہوا اور پوچھا: ”اخباروں کے کالموں تک بات پہنچ چکی ہے؟ بتائیں اخبار نے کیا لکھا ہے۔“

پرنسپل نے کہا: ”کالم کا عنوان تھا: ”شیخ برکات کی قبر کی دریافت۔“

آگے لکھا ہے: ”شیخ برکات 1100ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کا سلسلۂ نسب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ نے کثیر علماء سے کسب فیض کیا۔ ایک معرکے میں صلیبیوں کے خلاف ترک لشکر میں شامل تھے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ انھیں جوش آ گیا۔ انھوں نے دشمن پر پھونک ماری۔ پھونک کے نتیجے میں ہوا کا بہت بڑا بگولا اٹھا اور دشمن کو اپنے ساتھ اڑا لے گیا۔ یوں صلیبی لشکر سو میٹر تک ہوا میں اڑتا گیا اور پھر وہ سب مردود خون میں لت پت زمین پر آ رہے۔“

سعید: ”ماشاء اللہ! صحافی نے شیخ برکات کے بارے میں اتنی تفصیلی معلومات

کہاں سے حاصل کیں؟''

پرنسپل: ''یہ حقائق ہیں۔ تمھارا کیا خیال ہے کہ اس نے اپنے باپ کے گھر سے حاصل کیے ہوں گے؟ یہ تو تاریخی حقائق ہیں۔''

سعید: ''لیکن یہ دعویٰ تو دلیل کا متقاضی ہے اور دلیل مدعی کے ذمے ہوتی ہے۔ مجھے اور آپ سب کو اس دعوے کی جانچ پڑتال کرلینی چاہیے ورنہ ہر کوئی جو چاہے دعویٰ کرتا پھرے گا اور یوں قبروں کی دریافت اور اولیاء اور ان کی کرامات کے فرضی قصے عام ہوتے جائیں گے۔''

پھر سعید نے بلند آواز سے کہا: ''بھائیو! حقیقت یہ ہے کہ شیخ برکات کی قبر کا قصہ من گھڑت اور جھوٹی افواہ ہے۔ میں نے اور عادل صاحب نے یہ قصہ گھڑا تھا۔ ہمارا مقصد لوگوں کے عقیدے کی خرابی اور ان کی جہالت کا حال جاننا اور یہ معلوم کرنا تھا کہ ان میں بات کی تحقیق کا مادہ پایا جاتا ہے یا نہیں۔ عادل صاحب آپ کے پاس بیٹھے ہیں، پوچھ لیجیے۔''

اب سب لوگ عادل کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: ''عادل صاحب بھی تمھاری طرح لڑائی پسند ہیں اور ہر مسئلے پر دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں۔ انھیں بھی اولیاء و صالحین سے چڑ ہے۔ تم اور عادل جو بھی دعویٰ کرلو ہم نہیں مانتے۔ ہمیں تو یقین ہے کہ شیخ برکات ہمارے باپ دادا کے زمانے سے ہیں جبکہ دنیا اولیاء و صالحین اور ان کے آستانوں سے خالی نہیں۔ اللہ ہمیں گمراہی سے محفوظ رکھے۔''

عادل اور سعید خاموش رہے۔ اسی اثنا میں گھنٹی بجی اور سب اساتذہ اپنی اپنی کلاسوں میں چلے گئے۔ سعید ہکا بکا رہ گیا اور خود کلامی کے انداز میں کہنے لگا:



''شیخ برکات، کرامات، یہ سب کیا معاملہ ہے؟ کیا انھیں عقل تسلیم کرتی ہے؟ یا یہ غیر معقول باتیں ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ سب لوگ ہی غلط کہتے ہوں؟ کیا اخبار بھی جھوٹ لکھتے ہیں؟''

انتہائی تعجب کی بات ہے، کل ہی ان مشائخ نے بستی کے گول چوک میں شیخ برکات کا چبوترہ بنایا اور محفل منعقد کی۔ لیکن شیخ برکات کا افسانہ تو عادل نے گھڑا تھا، پھر کیا یہ ممکن ہے کہ ان سب کی مت ماری گئی ہو؟ یہ نہیں ہوسکتا...... یہ نہیں ہوسکتا۔''

استاد سعید کے ذہن میں ایک اور خیال گونجنے لگا کہ ممکن ہے شیخ برکات واقعی موجود ہوں۔ ہوسکتا ہے عادل صاحب ان کے بارے میں پہلے سے جانتے ہوں لیکن انھوں نے دانستہ اسے اس غلط فہمی میں مبتلا کردیا ہو کہ انھوں نے شیخ برکات کا قصہ گھڑ لیا ہے۔ سعید نے اس کے بارے میں سوچا اور شیطان سے اللہ کی پناہ بھی مانگی تا کہ یہ سوچ اس کے ذہن سے نکل جائے لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکا۔ اگلے دن اسکول میں بھی اس موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ سالانہ امتحان ہونے والے تھے۔ امتحانات کے بعد گرمیوں کی چھٹیوں کے ساتھ ہی شیخ برکات

کا موضوع ٹھنڈا پڑ گیا کیونکہ ہر استاد اپنے علاقے میں جا چکا تھا۔

اگلے سال عادل اور سعید دونوں قصبے کے اسکول جانے کے لیے بس میں سوار تھے۔ عادل صاحب تو اس واقعے کو بھول چکے تھے، حالانکہ انھی نے اسے ہوا دی تھی اور افسانہ گھڑ کر لوگوں کے درمیان پھیلایا تھا۔ لیکن قصبے کے گول چوک کے پاس پہنچ کر جب انھوں نے استاد سعید پر نگاہ ڈالی تو وہ منہ میں کچھ دعائیں اور اذکار پڑھ رہے تھے۔ اور جب بس گول چوک کے پاس پہنچی تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ انھوں نے دیکھا کہ شیخ برکات کی فرضی قبر پر ایک عالی شان عمارت قائم ہے اور اس کے پہلو میں ترکی طرز تعمیر کی بہت بڑی مسجد بنی ہوئی ہے۔

استاد عادل کی ہنسی نکل گئی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ لوگ سادہ لوح اور بے وقوف ہیں اور شیطان ان کے درمیان شرک پھیلانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ عادل نے سعید کی طرف توجہ کی تاکہ وہ بھی (لوگوں کی بے وقوفی پر) ہنسیں۔ لیکن سعید صاحب تو الٹے دعاؤں میں منہمک تھے۔ انھوں نے ڈرائیور سے یہ مطالبہ بھی کیا کہ تھوڑی دیر بس وہیں روک لے، پھر ہاتھ بلند کر کے شیخ برکات کے لیے فاتحہ خوانی کرنے لگے۔[1]

[1] یہ مکالمہ عربی مجلّہ البیان سے مختصراً لیا گیا ہے۔



قبروں کے منظر

نذر و نیاز

بہت سے قبر پرست بکریاں، گائیں، چینی، قہوہ اور چائے کی پتی اپنے ساتھ لیے مزاروں پر جاتے ہیں۔ کچھ مشرکین اپنے ساتھ پکا پکایا کھانا اور نقد رقوم بھی لے جاتے ہیں تاکہ مزار والے کا قرب حاصل کرنے کے لیے یہ چیزیں اس کی نذر کی جاسکیں۔ اس کی خوشنودی کے لیے قبر پر جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ لوگ قبر کا طواف کرتے ہیں۔ وہاں کی مٹی منہ پر ملتے ہیں۔

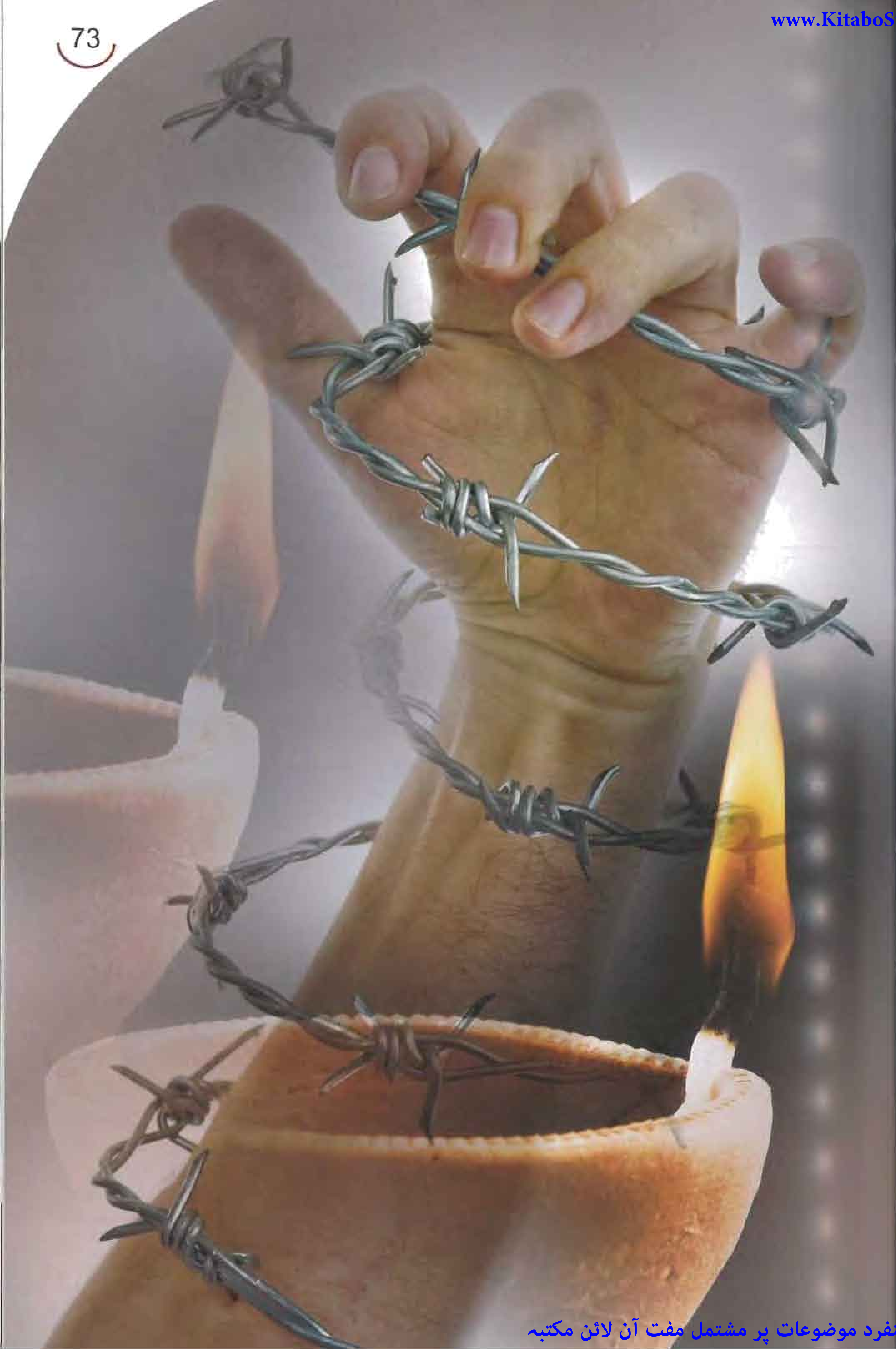
آپ دیکھتے ہیں کہ بعض مقامات پر شرک میں مبتلا لوگ مُردوں اور قبروں میں مدفون لوگوں کے ناموں کی قسمیں اٹھاتے ہیں۔ اگر کوئی قسم اٹھانا چاہے تو اس سے اللہ کی قسم قبول نہیں کریں گے بلکہ اگر وہ اللہ کی قسم اٹھالے اور کہے: واللّٰه العظیم (اللہ عظیم کی قسم) یا کہے: أُقسم باللّٰه۔ (میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں) تو لوگ اس کی قسم قبول کرتے ہیں نہ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور اگر ولی یا پیر کے نام کی قسم اٹھائے تو فوراً قبول کرتے اور اس آدمی کو سچا جانتے ہیں۔

نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ بعض قبروں کا حج کیا جاتا ہے اور اس کے لیے خاص مناسک اور طریقے وضع کر لیے گئے ہیں۔ ایک غالی مشرک نے تو اس پر کتاب بھی لکھ ماری ہے اور نام رکھا ہے: مناسك حج المشاهد ''مزاروں کے حج کے احکام۔'' یوں انھوں نے قبروں کو بیت اللہ الحرام کے مشابہ قرار دے دیا ہے۔ انھوں نے مزاروں کی زیارت کے آداب بھی گھڑ لیے ہیں، مثلاً: مزار کی زیارت کے وقت بابے کے احترام میں جوتے اتارنا اور چوکیدار کی اجازت کے بغیر قبے میں داخل نہ ہونا۔ مزار کا مجاور زائرین کو قبر کا طواف کراتا ہے جیسے بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے۔ نعوذ باللہ۔

زائرین قبر اور مزار سے مختلف طریقوں سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔ بعض قبر کی مٹی کو متبرک سمجھ کر ساتھ لے جاتے ہیں۔ بعض لوہے کے جنگلے کو ہاتھ لگا کر اپنے منہ، جسم اور کپڑوں پر ملتے ہیں۔

مزار کے اندر داخل ہوں تو وہاں غیر اللہ کی عبادت کا عجیب نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔ کوئی تو بابے سے دعا مانگ رہا ہے، کوئی اپنے کسی کام میں مدد طلب کر رہا ہے اور کوئی الحاح وزاری میں لگا ہوا ہے۔ عورتیں بھی چھوٹے بچوں کو اٹھائے ہوتی ہیں۔ انھیں قبر کی طرف کر کے ہلاتی ہیں اور صاحب قبر سے بچے کے لیے برکت چاہتی ہیں۔

یہ منظر بھی دیکھنے کو ملے گا کہ بعض لوگ قبر کی طرف منہ کر کے سجدہ کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ان مزاروں پر نذر و نیاز بھی پیش کرتے ہیں۔ بعض لوگ حصول شفا یا حاجت براری کے لیے مزار پر کئی کئی دن بلکہ مہینوں اعتکاف کرتے



ہیں۔بعض مزاروں میں اس مقصد سے آنے والے زائرین کے لیے مخصوص کمرے بھی مختص ہیں۔

قبروں کے زائرین پر بے انتہا خشوع وخضوع طاری ہوتا ہے۔بعض تو رونا بھی شروع کر دیتے ہیں۔قبروں میں مدفون یہ اللہ کے سوا ان کے معبود اور داتا بن چکے ہیں۔

آج کے مشرکین اور سابقہ مشرکین کے دل مل چکے ہیں۔فرق صرف یہ پڑا ہے کہ وہ انسانوں کے ناموں اوران کی شکلوں کے بت تراش لیتے تھے اورآج کے مشرک فوت شدہ آدمیوں کو زمین میں دفنا کر ان کی پوجا شروع کردیتے ہیں۔قبروں میں مدفون یہ لوگ تو اپنی مدد نہیں کر سکتے کسی کو کیا فائدہ دیں گے!

قبروں کے پجاریوں کا حال عہد نبوی میں بنوثقیف کے وفد جیسا ہے۔وہ لوگ مسلمان ہوکر بھی بت سے ڈر رہے تھے، حالانکہ وہ کوئی نقصان یا نفع نہیں



دے سکتا تھا۔

موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے: ''جب اسلام غالب ہوگیا تو مختلف قبائل اپنے اپنے وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجنے لگے تاکہ نبی ﷺ کے روبرو اسلام کا اعلان کرسکیں۔بنوثقیف کے تقریباً تیرہ آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ نے انھیں مسجد میں ٹھہرایا تاکہ وہ قرآن بکثرت سن سکیں۔جب وہ اسلام کا اعلان کرنے لگے تو ایک دوسرے کے منہ دیکھنے اور اپنے بت کو یاد کرنے لگے۔انھوں نے اس کا نام رَبَّہ رکھا ہوا تھا۔انھوں نے نبی ﷺ سے سود، زنا اور شراب کے بارے میں سوالات کیے۔آپ نے یہ سب چیزیں حرام قرار دے دیں، پھر انھوں نے رَبَّہ کے متعلق پوچھا کہ آپ اس کا کیا کریں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے توڑ دو۔'' وہ کہنے لگے: ''ناں، ناں، رَبَّہ کو معلوم ہوگیا کہ آپ اسے توڑنا چاہتے ہیں تو وہ ثقیف اوراس کے قرب و جوار کے سب لوگوں کو قتل کردے گا۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''پاگلو! تم کتنے جاہل ہو! رَبَّہ بت تو پتھر ہے۔'' وہ بولے: ''خطاب کے بیٹے! ہم اسلام قبول کرنے آپ کے پاس نہیں آئے۔'' پھر کچھ سوچ کر کہنے لگے: ''اے اللہ کے رسول! آپ اسے گرادیں۔ہم تو کبھی ایسا نہیں کر سکتے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے۔میں کچھ ساتھی بھیج دیتا ہوں جو اس بت کو گرا دیں گے۔'' پھر انھوں نے واپس جانے کی اجازت چاہی۔وہ اپنی قوم کے پاس گئے اور انھیں اسلام کی دعوت دی تو سب مسلمان ہوگئے۔بت کا خوف ابھی تک ان کے دلوں میں جاگزیں تھا۔

خالد بن ولید اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما صحابہ کی ایک جماعت کے ہمراہ ان کے پاس پہنچے اور بت کی طرف گئے۔ وہاں مردوں، عورتوں اور بچوں کا جم غفیر تھا اور وہ سب کانپ رہے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ اس بت کو توڑا نہیں جا سکتا۔ جو بھی اسے ہاتھ لگائے گا یہ اسے قتل کر دے گا۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور کلہاڑا پکڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! میں تمھیں ثقیف پر ہنساؤں گا۔'' انھوں نے کلہاڑے کی ضرب لگائی اور اپنی ٹانگ کو جھٹکتے ہوئے زمین پر گر پڑے۔ لوگوں نے دیکھا تو چیخ اٹھے اور کہنے لگے: ''بت نے اسے قتل کر دیا۔'' پھر انھوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے کہا: ''اب تم ذرا اس کے قریب ہو کر دکھاؤ؟'' مغیرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ اپنے خیال میں بت کی کامیابی پر خوش ہیں تو کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: ''اے بنو ثقیف! بت کی پوجا کرنا تو کمینگی ہے۔ یہ تو پتھروں اور اینٹوں سے بنا ہوا ہے، یہ کچھ بھی نہیں کر سکتا، لہٰذا تم اللہ کی عافیت قبول کر لو اور اسی کی عبادت کرو۔'' انھوں نے بت پر دوسری ضرب لگائی اور اسے توڑ دیا۔ اس کے بعد صحابۂ کرام بت خانے کی چھت پر چڑھ گئے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ [1]

[1] دلائل النبوة للبيهقي:5/302-303، والبداية والنهاية:5/35-36.



شرک کی ابتدا کیسے ہوئی؟

نوح علیہ السلام کی قوم میں سب سے پہلے شرک آیا۔ اس سے پہلے لوگ توحید پر کاربند تھے، اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے۔ روئے زمین پر شرک کا نام و نشان نہیں تھا۔ قوم نوح میں پانچ نیک بزرگ تھے جن کے نام ودّ، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے۔ یہ نیک بزرگ خود بھی ایک اللہ کے عبادت گزار تھے اور لوگوں کو بھی توحید ہی کا درس دیتے تھے۔ وہ یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے تو قوم کو ان کی جدائی بہت شاق گزری۔ کہنے لگے: ''جو لوگ ہمیں عبادت کی فضیلت بتاتے تھے اور اللہ کی اطاعت کا حکم دیتے تھے، وہ تو گزر گئے۔'' شیطان نے انھیں ورغلایا کہ تم ان کی مورتیاں اور بت بنا لو اور عبادت گاہوں میں نصب کر لو۔ انھیں دیکھو گے تو تمھارا ایمان تازہ ہو گا اور تم خوش دلی سے اللہ کی عبادت کرو گے۔ لوگوں نے شیطان کی یہ بات تسلیم کر لی اور علامت کے طور پر بت بنا لیے تا کہ ان کو دیکھ کر عبادت اور نیکی یاد آ جایا کرے۔

امر واقع یہ تھا کہ یہ نسل جب ان بتوں کو دیکھتی تو اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتی۔ وقت گزرتا رہا اور یہ نسل جنھوں نے بت تراشے تھے لیکن ان کی



عبادت نہیں کی تھی، گزر گئی۔ ان کے بعد ان کی اولاد آئی۔ انھوں نے اپنے آباء کو دیکھا تھا کہ وہ ان مورتیوں کی تعریف اور تعظیم کرتے ہیں کیونکہ یہ انھیں نیک لوگوں کی یاد دلاتی ہیں۔

پھر اگلی نسل آئی تو ابلیس نے ان سے کہا: ''تمھارے آباء و اجداد انھی مورتیوں کی پوجا کرتے تھے۔ جب بھی قحط سالی آتی یا کوئی اور ضرورت پیش آتی، وہ ان بتوں سے التجا کرتے تھے۔ پس تم بھی ان کی پوجا کیا کرو۔''

یوں وہ لوگ مورتیوں کی پوجا کرنے لگے۔ اللہ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو دین اسلام کی دعوت دی۔ بہت کم لوگ ایمان لائے۔ بالآخر کافروں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اور انھیں طوفان میں ہلاک کردیا گیا۔ یہ نوح علیہ السلام کی قوم کا عبرتناک انجام تھا جو شرک میں مبتلا ہوگئی تھی۔

اب دیکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں شرک کیونکر شروع ہوا۔ وہ لوگ ستاروں اور سیاروں کی پوجا کرتے تھے۔ ان کا نظریہ تھا کہ کائنات میں انھی کا

حکم چلتا ہے۔ یہ مصیبتیں دور کرتے ہیں، دعائیں قبول کرتے ہیں اور حاجات پوری کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ ستارے اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ وہ ان کی دعائیں آگے پہنچاتے ہیں اور انھیں اس دنیا میں تصرف کا اختیار دیا گیا ہے، پھر اس قوم نے بھی بت بنانے شروع کردیے۔ کوئی بت ستاروں کی شکل کا تراشتے تو کوئی فرشتوں کی شکل کا۔

ابراہیم علیہ السلام کا باپ بھی بت بناتا اور بیٹوں سے کہتا کہ یہ بیچ آؤ تو وہ بت بیچ آتے۔ وہ ابراہیم علیہ السلام کو بھی بت بیچنے پر مجبور کرتا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام بت لے کر نکلتے اور آواز لگاتے:

بیچتا ہوں میں بتوں کو آپ لوگوں کے لیے
جو نہیں ہیں کسی کے بھی نفع اور نقصان میں

ابراہیم علیہ السلام کے بھائی اپنے اپنے بت بیچ کر گھر آتے تھے جبکہ ابراہیم علیہ السلام جوں کے توں بت واپس لے آتے۔ آہستہ آہستہ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ اور قوم کو بتوں کی عبادت سے روکنے لگے۔ لیکن انھوں نے آپ کی دعوت پر لبیک نہ کہا۔

آخر کار ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بت توڑ دیے تو قوم نے آپ کو دہکتی آگ میں پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگ سے بچا لیا۔

شرک کے وارث

یہ تھا حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی قوموں کا احوال! اس پس منظر میں ہم آج کے قبر پرستوں کا جائزہ لیتے ہیں کہ قبر یا مزار سے ان کا واسطہ کیسے پڑا۔ اور اس واسطے یا تعلق نے انھیں شرک تک کیونکر پہنچا دیا۔ اس کے تین مرحلے ہیں۔

① نیک اور متقی لوگوں کی تعظیم و تقدیس

شروع میں قبر پرست صاحب قبر کو متقی اور مقدس سمجھتے ہیں۔

② قبر کی زیارت

پھر بتدریج اس قبر کی زیارت کو نیکی سمجھا جانے لگتا ہے۔ یہ زیارت موت یا آخرت کی یاد کے لیے نہیں ہوتی۔ اس نیک بزرگ کی یاد کے لیے ہوتی ہے۔ اسے اللہ کے ہاں بڑا معتبر سمجھا جاتا ہے۔ اس کی قبر پر جا کر اللہ سے دعائیں مانگی جاتی ہیں تاکہ وہ اس کی برکت سے قبول ہو جائیں، پھر بات آگے بڑھتی ہے اور اللہ کے ہاں سفارش کے لیے اسے واسطہ اور وسیلہ بنا لیا جاتا ہے کیونکہ قبر پرستوں کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی ہوتی ہے کہ یہ بزرگ بڑے پاک باز اور محترم ہستی ہیں۔ انھیں اللہ کے ہاں بڑا قرب اور بلند مرتبہ حاصل ہے۔



اسی لیے وہ اپنے اور اللہ کے درمیان صاحب قبر کو وسیلہ و واسطہ بنا لیتا ہے۔

③ شیطان کی دخل اندازی

شیطان قبر پرستوں کے ذہن میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ جب یہ بزرگ ہستی اللہ کے ہاں بڑی محترم و مکرم ہے تو باری تعالیٰ نے یقیناً اسے اختیارات اور قدرت سے بھی نوازا ہے۔ قبر پرست اپنے دل میں قبر والے کی انتہائی تعظیم کرنے لگتا ہے۔ اس سے خوف کھاتا ہے اور فائدہ پہنچنے کی امید رکھتا ہے۔ اس کے بعد اسے پکارنا شروع کر دیتا ہے اور اس سے مدد طلب کرتا ہے، پھر اس قبر پر عالی شان مسجد، قبہ یا مزار تعمیر کر دیتا ہے اور وہاں فانوس اور قندیلیں روشن

کرتا ہے۔ [1]

مزید براں مزار پر پردے لٹکائے جاتے ہیں، سجدے کیے جاتے ہیں، طواف کیا جاتا ہے، حجر اسود کی طرح قبروں کو چوما جاتا ہے، بیت اللہ کی طرح ان کا حج ہوتا ہے اور وہاں جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔

معاملہ مزید آگے بڑھتا ہے اور قبروں والوں کے متعلق کرامات اور قصے گھڑے جاتے ہیں۔ فلاں عورت نے یہاں آکر دعا کی تو اس کا پسندیدہ خاوند اسے مل گیا۔ فلاں عورت نے دعا کی تو اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ اسی طرح کے من گھڑت واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں جس نے مزار کی چوکھٹ ہی کی زیارت کرلی، وہ بھی نامراد نہیں ہوتا۔ گویا جو شخص ان مقدس مزاروں اور آستانوں کی زیارت کرلے، اس کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ٹھہرتا ہے۔ أستغفر اللّٰہ!

ایک تاجر سے کسی نے پوچھا: ''تم گاہکوں کو مزار والے بزرگ کی قسمیں دیتے ہو۔ اللہ کی قسم کیوں نہیں دیتے؟''

تاجر کہنے لگا: ''گاہک اللہ کے نام کی قسم پر راضی نہیں ہوتے جبکہ بزرگ کے نام کی قسم پر راضی ہوجاتے ہیں۔''

یوں وہ لوگ اللہ کی تعظیم سے بڑھ کر صاحب مزار کی تعظیم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

جب معاملہ اللہ کو چھوڑ کر مخلوق کی پوجا کا ہے تو پھر مٹی کی ڈھیری اور پتھر اور لکڑی کے بتوں، یا مزار اور قبر یا مورتیوں اور بتوں یا کسی بھی قسم کی مخلوق کے

درمیان کیا فرق ہے؟ کوئی فرق نہیں۔ بس صاحب قبر کی طرف توجہ ہونی چاہیے یا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ یہ کوئی نفع ونقصان دے سکتا ہے یا دولت دے سکتا ہے اور اللہ کے ہاں سفارش کرسکتا ہے۔

قبر پرستوں کی حالت ابو رجاء عطاردی رضی اللہ عنہ کے قصے کے ساتھ کس قدر مماثلت رکھتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''ہم جاہلیت میں بتوں، پتھروں اور درختوں کی پوجا کرتے تھے۔ ہم میں سے کوئی کسی پتھر کی پوجا کرتا۔ جب اسے اس سے زیادہ خوبصورت پتھر نظر آتا تو پہلے پتھر کو پھینک دیتا اور دوسرے کی پوجا کرنے لگتا۔ عبادت کے لیے کوئی پتھر نہ ملتا تو مٹی کی ڈھیری بنا کر اس پر بکری کا دودھ دوہتے اور اس کا طواف کرلیتے۔ ایک مرتبہ ہم سفر میں تھے اور ہمارے ساتھ ہمارا معبود بھی تھا جس کی ہم پوجا کرتے تھے۔ وہ ایک پتھر تھا جسے ہم اپنی خرجین (تھیلا) میں رکھتے تھے۔ کھانا پکانے کے لیے آگ جلاتے اور چولھا بنانے کے لیے تیسرا پتھر نہ ملتا تو اپنے معبود کو تیسرے پتھر کی جگہ رکھ لیتے اور کہتے: ''جب یہ آگ کے قریب ہوگا تو



زیادہ حرارت مہیا کرے گا۔''

ایک دن ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور خرجین سے مقدس پتھر نکال کر چولھا بنانے کا کام لیا، پھر جب ہم نے کوچ کیا تو ہماری قوم کے ایک آدمی نے آواز لگائی: ''لوگو! تمھارا رب کھو گیا ہے، اسے تو تلاش کرلو۔'' ہم اونٹوں پر سوار ہوئے اور لگے ڈھونڈنے اپنے رب کو۔ ابھی تلاش کر ہی رہے تھے کہ ہماری قوم کا ایک فرد کہنے لگا: ''مجھے تمھارا رب یا اسی جیسا کوئی پتھر مل گیا ہے۔'' میں اپنے پڑاؤ میں واپس آیا تو دیکھا کہ پوری قوم پتھر کے اس بت کو سجدہ کیے ہوئے ہے۔ ہم بھی اس کے پاس پہنچے اور وہاں ایک اونٹ ذبح کیا۔''

اسلام سے پہلے کی جاہلیت بھی عجیب شے تھی مگر آج کی جاہلیت اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ پتھر کے بت کی پوجا کرنے والے اور قبر کی پوجا کرنے والے میں آخر کیا فرق ہے۔

اسی طرح جو شخص اپنی حاجتیں بتوں کے سامنے پیش کرتا ہے اور جو بوسیدہ ہڈیوں سے مرادیں مانگتا ہے، ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ نیز جو اولیاء کی قبروں کی پوجا پاٹ میں لگا ہے اور جو پانی اور مٹی کو پوج رہا ہے، ان میں کیا فرق ہے؟ ان سب کا دعویٰ یہی ہے:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾

''ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب تر کردیں۔'' [2]

اور یہی وہ چیز ہے جس نے قبر پرستوں کو کھلی بت پرستی پر لگا رکھا ہے۔ اس میں کوئی شک ہے نہ یہ ڈھکی چھپی بات ہے۔



[1] بجلی کی آمد سے پہلے مٹی کے دیے روشن کیے جاتے تھے۔ آج کل بڑے بڑے برقی فانوس اور قمقمے جگمگاتے ہیں۔ بعض قبر پرستوں کے متعلق بچپن کے واقعات یاد پڑتے ہیں کہ ان سے اگر کوئی دم کراتا تو وہ شرط لگاتے کہ پانچ آنے (30 پیسے) کا تیل مسجد میں یا کسی قبر پر دیے میں ڈال آؤ۔ [2] الزمر 39:3.



چار اعتراضات

پہلا اعتراض

بعض قبر پرست، جو قبر پرستی کے داعی بھی ہیں، کہتے ہیں: ”تم ہمیں خواہ مخواہ برا کہتے ہو۔ ہم مُردوں کو تھوڑا ہی پوجتے ہیں! ان قبروں میں تو اللہ کے نیک بندے مدفون ہیں۔ اللہ کے نزدیک ان کا بڑا مقام و مرتبہ ہے۔ دراصل وہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کرتے ہیں۔

ہم اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ وہی مشرکین عرب کا سا شرک ہے جو بتوں کی عبادت کرتے تھے۔

مشرکین عرب بھی توحید الٰہی کے قائل تھے۔ وہ مانتے تھے کہ انسانوں کا خالق، رازق اور کائنات کی تدبیر کرنے والا اللہ وحده لا شريك ہی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ

الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

”(اے نبی!) کہہ دے: تمھیں آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور کون (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتا ہے؟ تو وہ (کافر) ضرور کہیں گے: اللہ۔ پس کہہ دے: کیا پھر تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟“ [1]

اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ان سے لڑائی کی اور ان کے خون کو حلال سمجھا، اس لیے کہ انھوں نے ایک اللہ کی ربوبیت کا اقرار نہیں کیا تھا اور وہ عبادت کی تمام اقسام اللہ کے لیے نہیں بجالاتے تھے۔

قرآنی آیات اور احادیث نبوی میں بیان کیا گیا ہے کہ شرک یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اللہ کی عبادت میں غیروں کو شریک کیا جائے۔ وہ شریک چاہے بت ہو یا پتھر، کوئی نبی ہو یا ولی، یا کوئی قبر۔

یوں شرک کی تعریف یہ ہوئی کہ ہر وہ کام جو اللہ کے لیے خاص ہے، کسی غیر کے لیے بجالایا جائے۔ غیر خواہ جاہلیت کا کوئی بت ہو یا مورتی ہو یا اسے آج کی طرح کسی ولی کی قبر اور مزار کہتے ہوں۔

مشرکین کی عمومی حالت کے پیش نظر آج بھی کوئی نیا فرقہ یا نئے لوگ آجائیں اور دعویٰ کریں کہ اللہ کے بیوی بچے ہیں تو قرآن کی رو سے انھیں بھی نصاریٰ کہا جائے گا اور ان پر وہی آیات منطبق ہوں گی جو نصاریٰ کے بارے میں اتری ہیں، خواہ وہ لوگ اپنے آپ کو نصرانی نہ کہلاتے ہوں، اس لیے کہ یہ



دونوں ایک ہی حکم میں آتے ہیں۔ اسی طرح سابقہ زمانوں کے اور آج کے قبر پرست ایک ہی حکم کے تحت ہوں گے۔

دوسرا اعتراض

بعض قبر پرست کہتے ہیں: ''ہم تو محض حصول شفاعت کے لیے اولیاء اور صالحین کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ بہت نیک تھے۔ دن کو روزہ رکھتے تھے، راتوں کو اٹھ کر روتے تھے۔ اللہ کے ہاں ان کا بڑا مقام و مرتبہ تھا۔ ہم ان سے اپنے لیے اللہ کے ہاں سفارش کے طلب گار ہیں۔

ہم ایسے لوگوں سے کہتے ہیں: ''محترم بھائیو! اللہ تمھیں ہدایت دے۔ اللہ کے داعی کی بات سنو اور اس پر ایمان لاؤ۔ اللہ نے ایسی شفاعت و سفارش کا نام شرک رکھا ہے۔ فرمایا:

﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۗ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۗ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝﴾

''وہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں نہ نقصان دیتی ہیں اور نہ نفع دیتی ہیں اور وہ کہتے ہیں: یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ کہہ دے: کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ آسمانوں میں نہیں جانتا اور نہ زمین میں؟ وہ پاک اور بالا ہے ان سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' [2]

ہم انھیں یہ جواب دیں گے کہ ہمارا بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و اولیاء کو شفاعت کا مقام عطا کیا ہے۔ دوسرے لوگوں کی نسبت وہ اللہ کے زیادہ قریب ہیں مگر اللہ نے خود ان سے مانگنے اور دعا کرنے سے منع کیا ہے۔ انبیاء و اولیاء اور شہداء اللہ کے ہاں سفارش ضرور کریں گے مگر اس کا انھیں مطلق اختیار نہیں کہ جس کی چاہیں سفارش کریں اور جسے چاہیں محروم کر دیں۔ نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ اللہ کی اجازت کے بعد جس کے لیے اللہ راضی ہوگا اس کے لیے یہ سفارش کریں گے۔ [3]

تیسرا اعتراض

قبر پرستوں کا ایک اعتراض یہ ہے کہ زمانۂ قدیم سے مسلمان قبروں پر عمارتیں، قبے اور مزار بناتے اور وہاں دعائیں اور مناجات کرتے آئے ہیں۔ کیا یہ امت ساری کی ساری باطل پر ہے اور صرف تم حق پر ہو؟

ہم ان سے کہتے ہیں کہ ایسی اکثر قبریں اور مزارات فرضی اور بناوٹی ہیں۔ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ مذکورہ ہستیوں سے ان مزاروں کی نسبت درست نہیں، پھر قبروں پر عمارتیں کھڑی کرنا یا وہاں دعا کرنے کے لیے جانا بدعت ہے۔ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُو قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»

''یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔'' [4]



چوتھا اعتراض

بعض لوگوں کے دلوں میں شیطان نے وسوسہ ڈال رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک بھی تو مسجد کے اندر ہے، اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ اگر قبر مسجد کے اندر بنانی حرام ہوتی تو آپ ﷺ کو مسجد میں دفن نہ کیا جاتا۔ اسی طرح قبر مبارک کے اوپر قبے پر بھی لوگوں کا اعتراض ہے۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ نبی ﷺ جہاں فوت ہوئے وہیں دفن ہوئے۔ اسی طرح دوسرے انبیاء بھی جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔ اس کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن کیا گیا تھا، مسجد میں نہیں۔ صحابہ نے آپ کو حجرۂ عائشہ میں اس لیے دفن کیا کہ بعد



میں آنے والے لوگ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنالیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے۔ وہ کہتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے آخری بیماری (مرض الموت) میں فرمایا تھا:

''اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا تھا۔''

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''اگر یہ خدشہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر بھی کھلی جگہ ہوتی مگر ڈر تھا کہ اسے سجدہ گاہ بنا لیا جائے گا۔'' [5]

رسول اللہ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں مدفون ہیں، ام المومنین کا گھر مشرقی جانب سے مسجد نبوی سے ملا ہوا تھا۔ کئی سال بعد جب لوگ زیادہ ہو گئے تو صحابہ کرام نے مسجد نبوی کی توسیع کی مگر قبر والی طرف کچھ اضافہ نہ کیا۔ انھوں نے مغرب، شمال اور جنوب کی طرف تو مسجد کو وسعت دی مگر مشرق کی طرف قبر کی وجہ سے مسجد کو وسیع نہ کیا۔

88 ہجری میں، یعنی وفات نبوی سے ستتر سال بعد جبکہ مدینہ کے صحابہ کرام کی اکثریت اس دنیا سے رخصت ہوچکی تھی، اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے پرانی مسجد گرا کر نئی مسجد بنانے کا حکم صادر کیا اور یہ بھی حکم دیا کہ مسجد ہر جانب سے وسیع کی جائے جس میں ازواج مطہرات کے حجرے بھی شامل تھے۔ اب کے مشرقی جانب بھی توسیع ہوگئی تو حجرہ عائشہ جہاں نبی ﷺ مدفون ہیں، وہ بھی مسجد میں شامل کرلیا گیا۔ یوں قبر بھی مسجد میں آ گئی۔ [6]

قبر نبوی اور مسجد نبوی کے بارے میں مذکورہ معلومات حاصل ہونے کے بعد کسی کے لیے درست نہیں کہ وہ صحابہ کے زمانے کے بعد ہونے والی تبدیلی سے کوئی حجت اور دلیل لے کیونکہ یہ تبدیلی احادیث صحیحہ اور صالحین کے نہج کے خلاف ہے۔ اس میں ولید بن عبدالملک سے غلطی ہوئی۔ اللہ اسے معاف کرے، اس نے حجرہ نبوی مسجد میں داخل کردیا۔ حجرے والی جانب چھوڑ کر دوسری اطراف میں اضافہ کیا جا سکتا تھا۔

قبر کے اوپر قبے کے متعلق بھی یہی عرض ہے کہ یہ نبی ﷺ اور صحابہ، تابعین، تبع تابعین یا علماء سلف میں سے کسی نے نہیں بنوایا۔ قبر پر یہ قبہ بعد کے ایک مصری حکمران نے 678ھ میں بنوایا تھا۔ اس مملوک حکمران کا نام سیف الدین قلاوون صالحی ہے جو الملک المنصور کے نام سے معروف تھا۔ [7]



ہمارا اعلانِ حق!

ہم قبر پرستوں سے کہتے ہیں کہ کیا تمھیں معلوم ہے سلف صالحین میں سے کسی نے قبروں کو پختہ کیا ہو یا کسی انسان سے کوئی امید لگائی ہو، یا کسی مزار اور قبر پر جا کر گڑگڑائے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے منہ موڑا ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ سلف صالحین نبی ﷺ کی قبر پر یا کسی صحابی کی قبر یا اہل بیت میں سے کسی کی قبر پر حاضر ہوئے ہوں اور وہاں اپنی حاجات پیش کی ہوں یا ان سے اپنی کوئی مصیبت و پریشانی دور کرائی ہو؟

آپ کیا سمجھتے ہیں، کیا شیخ رفاعی، دسوقی، جیلانی اور بدوی اللہ کے ہاں نبیوں اور رسولوں اور صحابہ و تابعین سے زیادہ مقام و مرتبہ والے ہیں اور کیا ان کا وسیلہ و واسطہ اللہ کے ہاں زیادہ مقبول ہے؟ کیا گنج بخش، غریب نواز اور گنج شکر انبیاء، صحابہ اور تابعین سے زیادہ مقبول بارگاہ ہیں؟

ذرا صحابہ کے عمل پر غور کریں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ میں قحط پڑا

اور بارش نہ ہوئی تو لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے قحط سالی کی شکایت کی۔ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر عید گاہ کی طرف گئے اور انھیں نماز استسقاء پڑھائی، پھر اپنے ہاتھ بلند کیے اور دعا کی:

''اے اللہ! جب کبھی ہمیں قحط سالی کا سامنا ہوتا تھا تو ہم اپنے نبی کی دعا کو وسیلہ بناتے تھے اور تو ہمیں بارش عطا کرتا تھا۔ اے اللہ! اب ہم تیرے نبی کے چچا کی دعا کا وسیلہ لے کر آئے ہیں۔''

پھر آپ عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے عباس! اٹھیں اور اللہ کے حضور دعا کریں کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور لوگوں نے ان کی دعا پر آمین کہا۔ اس دوران میں وہ روتے اور گڑگڑاتے رہے یہاں تک کہ آسمان پر بادل چھا گئے اور بارش برسنے لگی۔'' [8]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہم سے زیادہ سمجھدار تھے اور نبی ﷺ سے انتہائی محبت کرنے والے تھے اس کے باوجود جب انھیں کوئی حاجت پیش آتی یا ان پر کوئی مصیبت آپڑتی تو نبی ﷺ کی قبر کی طرف نہیں جاتے تھے اور نہ یہ کہتے تھے:

''اللہ کے رسول! اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں۔''

صحابہ کو معلوم تھا کہ میت (فوت شدہ) سے دعا کرنا جائز نہیں ہے، چاہے وہ نبی مرسل ہو یا مقربِ بارگاہ ولی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ جب انھیں حاجت پیش آتی یا وہ کوئی مصیبت دور کرانا چاہتے تو اللہ کے حضور اچھی دعاؤں کا سہارا لیتے تھے۔



آج کے ان مسکینوں پر افسوس!
صد افسوس! جو بوسیدہ ہڈیوں پر گرے پڑتے ہیں اوران سے اپنی مغفرت اور رحمت کے طلبگار ہیں۔ اے قوم! تم پر افسوس! کیا تمھیں علم ہے کہ جب نبی ﷺ نے تصویریں اور مورتیں بنانے سے منع کیا تھا تو کیا مقصد تھا۔ آپ ﷺ کو خوف تھا کہ مسلمان دوبارہ پہلے والی جاہلیت میں جا گریں گے اوران تصویروں اور مورتیوں کی پوجا شروع کر دیں گے؟ جو لوگ تصویروں اور مورتیوں کی تعظیم کرتے ہیں اور جو مزاروں اور قبروں کو مقدس جانتے ہیں، ان کے درمیان کیا فرق رہ جاتا ہے۔ نتیجہ دونوں کا شرک اور عقیدۂ توحید کا فساد ہے۔

شرک کے اسباب

شرک کے کئی اسباب ہیں۔ ان میں سے ایک ہے: غیر اللہ کی قسم کھانا، مثلاً کعبے کی قسم، کسی کی امانت کی قسم، کسی کے شرف و مرتبہ کی قسم، کسی کی برکت یا زندگی کی قسم۔ ان میں سے کوئی قسم جائز نہیں۔ اسی طرح نبی کے مقام و مرتبہ کی قسم، ولی کے مقام ولایت کی قسم یا ماں باپ کی قسم۔ یہ سب حرام ہیں۔ کسی کے نام کی قسم اس کی تعظیم کی بنا پر ہوتی ہے جو اللہ کے سوا کسی کے لیے روا نہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے:

«مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ وَ أَشْرَكَ.»

''جس نے غیر اللہ کے نام کی قسم کھائی، اس نے کفر وشرک کیا۔'' [9]

اور فرمایا:

«مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ»

''جس نے قسم کھانی ہو، اللہ کی قسم کھائے یا پھر خاموش رہے۔'' [10]

جب کوئی غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے تو قسم کھانے والا اعتقاد رکھتا ہے کہ جس کے نام کی قسم کھائی گئی ہے، اس کی عظمت اللہ کی عظمت کی طرح ہے۔ یہی شرک اکبر ہے۔ اگر (غیر اللہ کی) قسم کھانے والا یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ جس کے نام کی قسم کھائی جارہی ہے، وہ اللہ سے کم مرتبہ ہے تو یہ شرک اصغر کہلائے گا۔
مذکورہ بالا وضاحت کے بعد اگر کسی کی زبان پر شرک اکبر یا شرک اصغر کا کلمہ بغیر کسی قصد کے آجائے تو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اس کا کفارہ ہوجائے گا۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:



«مَنْ حَلَفَ، فَقَالَ فِي حَلِفِهِ: وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰی، فَلْيَقُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ»

''جس نے قسم کھائی اور اپنی قسم میں لات وعزیٰ کا نام لے لیا وہ لا الہ الا اللہ (نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے) کہہ دے۔'' [11]

اگر کسی کی زبان پر بلا ارادہ غیر اللہ کی قسم آجاتی ہے تو اسے یہ عادت چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بعض لوگ اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں۔ لیکن اپنے شیخ اور ولی کے نام کی جھوٹی قسم کھانے کی جرأت نہیں کرتے۔
شرک کی ایک قسم الفاظ کا شرک ہے جو بعض لوگوں کی زبانوں سے ادا ہوتا رہتا ہے۔ جیسے کوئی کہے:



''جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں۔''

یا کہہ دے:

''اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتا......۔''

یا کوئی یہ کہے:

''میرے لیے اللہ اور تیرے سوا کوئی نہیں......''

یا یوں کہے:

''یہ اللہ اور تمھاری برکت کے صدقے سے ہے۔''

اس قسم کے الفاظ ادا کرنے کا مؤدبانہ اور درست طریقہ یہ ہے کہ آدمی کہے:
''جو اللہ چاہے، پھر جو فلاں چاہے...... یا یوں کہے: اگر اللہ نہ ہوتا، پھر

فلاں نہ ہوتا۔'' وغیرہ۔

شرک کا ایک اور سبب تعویذ، منکے، دھاگے وغیرہ ہیں جو نظر بد سے بچنے کے لیے گلے یا بازو میں لٹکائے جاتے ہیں۔ جب یہ عقیدہ بن جائے کہ یہ اشیا بیماری دور کرنے کے بس ذرائع ہیں تو یہ 'شرک اصغر' ہوگا اور اگر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ یہی اشیا بیماری دور کرتی ہیں اور انھی سے قسمت سنورتی ہے تو یہ 'شرک اکبر' کہلائے گا کیونکہ اس طرح انسان غیر اللہ سے تعلق قائم کر لیتا ہے اور کائنات میں اللہ کے ساتھ غیر کو بھی صاحبِ تصرف سمجھنے لگتا ہے۔

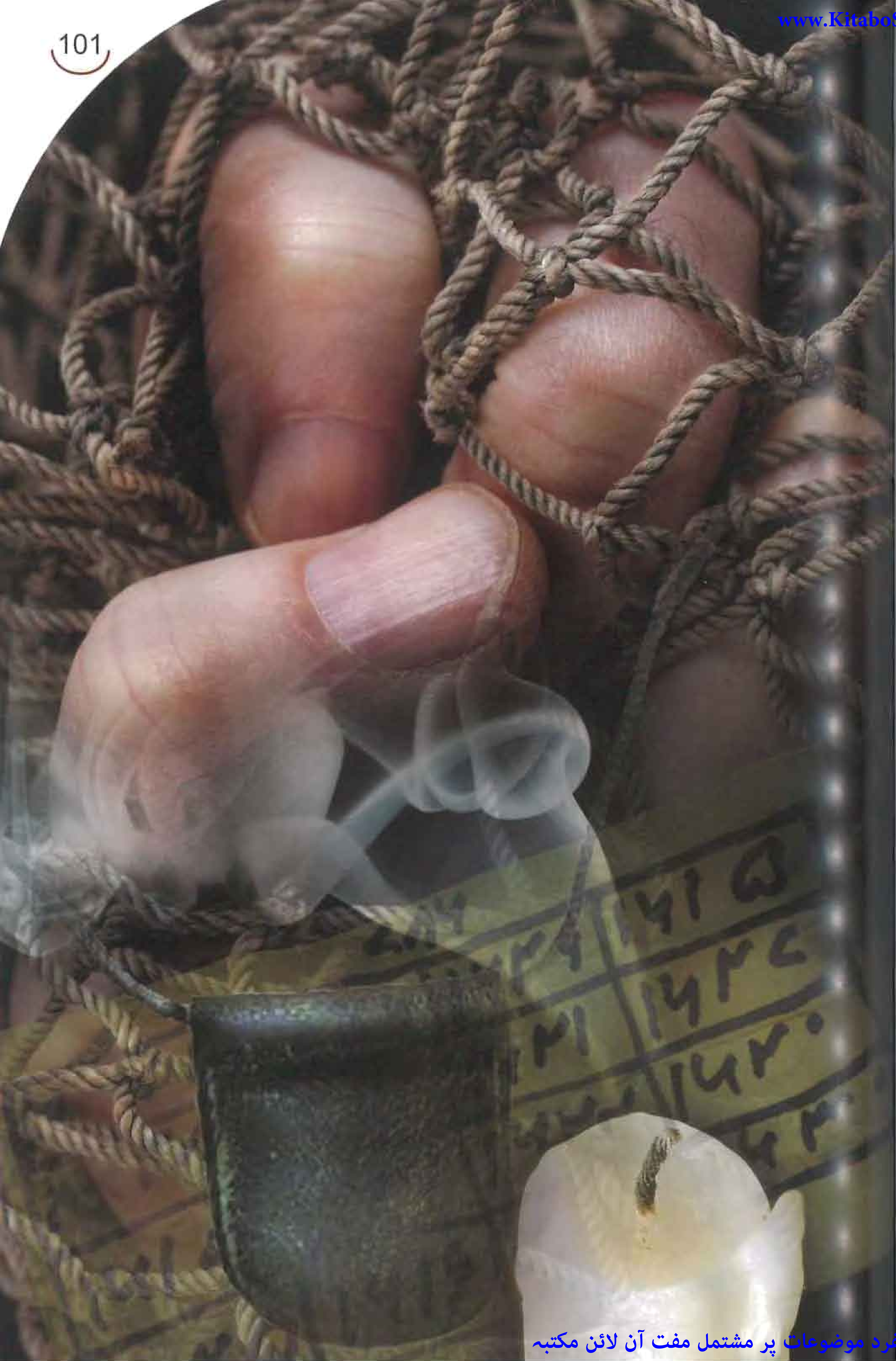
تعویذات کی دو قسمیں ہیں:

قرآنی تعویذ

جیسے کوئی کپڑے، چمڑے کے ٹکڑے یا سونے کے لاکٹ وغیرہ پر قرآنی آیات تحریر کر کے گلے میں لٹکا لے تو یہ جائز نہیں۔ ایک تو اس لیے کہ یہ فعل نبی ﷺ یا آپ کے صحابہ نے نہیں کیا۔ دوسرے اس لیے کہ ان کو گلے میں لٹکانے کے بعد آدمی دوسری ممنوع چیزیں بھی لٹکانے لگتا ہے۔

غیر قرآنی تعویذ

کوئی آدمی ایسی اشیاء لٹکائے جن پر جنات کے نام ہوں یا جادوگروں کا رمز یہ کلام تحریر ہو۔ اللہ کی پناہ! یہ صریحاً شرک کے اسباب میں سے ہے۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جس نے کسی آدمی کا تعویذ کاٹ دیا،



گویا اس نے ایک گردن آزاد کردی۔" [12]

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے ہاتھ میں پیتل (یا لوہے) کا کڑا پہنا ہوا تھا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "یہ کس لیے ہے؟" اس نے کہا: "نظر بد سے بچنے کے لیے۔" حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اسے اتار دے، یہ تیرے وہن (بیماری) ہی میں اضافہ کرے گا۔ اگر تو اسے پہنے ہوئے فوت ہوگیا تو کبھی نجات نہ پائے گا۔" [13]

اسی طرح دم درود جو غیر شرعی اذکار پر مشتمل ہو، اس کے ساتھ دم کرنا درست نہیں۔ صرف وہی دم جائز ہے جو کلام اللہ یا اللہ کے ناموں یا اس کی صفات پر مشتمل ہو، مثلاً سورۂ فاتحہ اور چاروں یا تین آخری 'قل' یا سنت سے ثابت دعاؤں کے ساتھ دم کیا جائے۔ جنات کے ناموں کا ورد حتیٰ کہ فرشتوں، نبیوں اور صالحین کے ناموں کا ورد بھی جائز نہیں۔ یہ غیر اللہ سے دعا کے زمرے میں آتا ہے جو 'شرک اکبر' ہے۔ دم کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ قرآنی آیات پڑھ کر مریض پر پھونک دیا جائے یا پانی وغیرہ پر دم کر کے پلا دیا جائے۔

شرک کا ایک سبب علم غیب کا دعویٰ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ فرمایا:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

"(اے نبی!) کہہ دے: آسمانوں اور زمین والوں میں سے اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔" [14]

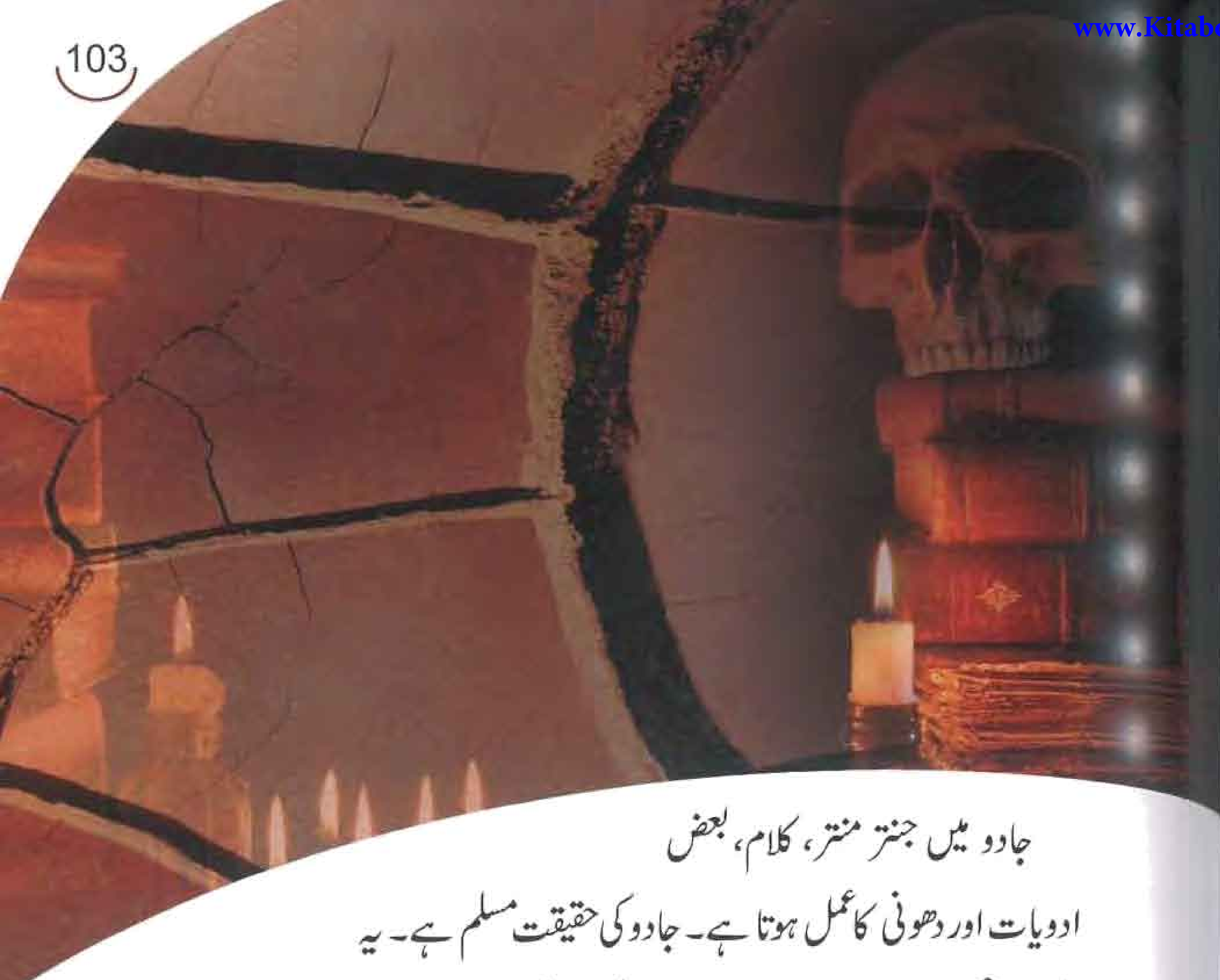
کسی کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ کبھی غیب کی بات جان سکے، خواہ مقرب فرشتہ ہو، نبی مرسل ہو یا عبادت گزار ولی یا کوئی امام و مقتدا ۔ یہ تصور ہی غلط ہے۔ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا، البتہ ایک شکل بنتی ہے کہ اللہ کسی کو رسول بنائے اور اس پر غیبی امور کی وحی کرے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو کفار کی اکثر سازشوں سے مطلع کیا اور قیامت کی نشانیوں کی خبر دی اور اس طرح کے دیگر غیبی امور جو انبیاء پر افشا کیے گئے۔

کوئی شخص کسی بھی ذریعے سے علم غیب کا دعویٰ کرے، جیسے دست شناسی، چینی کی پلیٹوں کو پڑھنا، علم نجوم سے قسمت کا حال بتانا، کہانت اور جادوگری تو ان افعال کے مرتکب سب جھوٹے اور کافر ہیں۔

جھوٹے، مکار شعبدہ باز جو گم شدہ اشیا یا بعض پوشیدہ چیزوں کے بارے میں یا بعض بیماریوں کے اسباب کے متعلق جو کچھ بتاتے ہیں، سب جنوں اور شیطانوں کے تعاون سے کرتے ہیں۔

بعض کمزور ایمان والے نجومیوں اور کاہنوں کے پاس جا کر اپنے مستقبل کے متعلق کاروبار، ملازمت یا اپنی شادی کے متعلق معلومات لیتے ہیں، یہ سب حرام ہے۔ جس نے علم غیب کا دعویٰ کیا یا علم غیب کے مدعی کی تصدیق کی، وہ مشرک اور کافر ہے۔ روز ناموں، ہفتہ وار اخباروں اور جرائد میں قسمت کے ستاروں کے بارے میں جو کچھ چھپتا ہے، اس پر یقین رکھنا اور غیب کے مدعیان سے براہ راست یا فون پر قسمت کا حال معلوم کرنا حرام ہے۔

شرک کا ایک سبب جادو بھی ہے۔



جادو میں جنتر منتر، کلام، بعض ادویات اور دھونی کا عمل ہوتا ہے۔ جادو کی حقیقت مسلم ہے۔ یہ دل اور جسم پر اثر انداز ہوتا ہے، انسان کو بیمار کر دیتا ہے اور میاں بیوی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔

جادو کبیرہ گناہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا: وَمَا هِيَ؟ قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ......»

''سات ہلاک کرنے والی باتوں سے بچو۔ صحابہ نے عرض کی: ''وہ کیا ہیں؟'' فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور جادو......'' [15]

جادو میں شیاطین سے تعاون حاصل کیا جاتا ہے۔ جادوگر شیطانوں سے

رابطہ قائم کرتا ہے اور ان کی محبوب چیزیں انھیں پیش کر کے ان کا قرب حاصل کرتا ہے تاکہ وہ اس کی خدمت بجا لائیں اور اس کے کہنے کے مطابق چلیں۔ جادو کے عمل میں علم غیب کا دعویٰ بھی ہوتا ہے، اس لیے بھی یہ کفر اور گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ۝﴾

’’انھوں نے جو کچھ بھی بنایا ہے، جادوگر کی چال ہی ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں سے بھی آئے۔‘‘ [16]

ساحر کی سزا قتل ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے جادوگروں کو قتل بھی کیا ہے۔

ہم جس دور میں سانس لے رہے ہیں اس میں لوگ جادو کو کرتب اور فن کا نام دے دیتے ہیں اور اس پر فخر کرتے پھرتے ہیں۔ وہ جادوگروں کو بڑے قیمتی انعامات سے نوازتے ہیں اور ’میجک شو‘ کا اہتمام کرتے ہیں۔ جادوگری کے مقابلے کرائے جاتے ہیں، پھر وہاں ہزاروں کا مجمع لگتا ہے۔ یہ سب کام عقیدۂ توحید کی اہانت کے زمرے میں آتے ہیں۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جادوگر کا کیا حشر کیا

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کسی خلیفہ کے دربار میں گئے۔ وہاں ایک جادوگر تلوار کے کرتب دکھا رہا تھا۔ لوگوں کو یوں نظر آ رہا تھا کہ وہ تلوار سے کسی آدمی کا سر کاٹتا ہے، پھر اسے دوبارہ جوڑ دیتا ہے۔ اگلے دن ابوذر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انھوں نے بڑی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ چادر کے نیچے تلوار تھی۔ خلیفہ کے دربار میں پہنچے۔ وہ جادوگر خلیفہ کے سامنے تلوار کے کرتب دکھا رہا تھا۔ لوگ اس سے بہت محظوظ ہو رہے تھے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ اس کے قریب گئے، اچانک تلوار نکالی اور جادوگر کی گردن پر وار کر کے اس کا سر اڑا دیا۔ جادوگر دھڑام سے گرا اور مر گیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ’’میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے:

«حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ......»

’’جادوگر کی سزا یہ ہے کہ تلوار سے اس کی گردن مار دی جائے۔‘‘ [17]

پھر ابوذر رضی اللہ عنہ مرے ہوئے جادوگر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے:



اب اپنے آپ کو زندہ کر کے دکھا۔ اب اپنے آپ کو زندہ کر۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَنْ أَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ.»

''جو شخص کسی کاہن کے پاس خبریں پوچھنے جائے، پھر اس کی باتوں کو سچ مانے تو اس نے محمد ﷺ کی شریعت کا انکار کیا۔''[18]

یہ بات یاد رکھیں کہ جادوگر، نجومی اور دست شناس لوگوں کے عقیدوں سے کھیلتے ہیں۔ وہ ان پر ظاہر کرتے ہیں کہ ہم تمھارے معالج ہیں، تمھارا علاج کر رہے ہیں وہ مریضوں کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کا کہتے ہیں، پھر جانور بھی اپنی مرضی کا ذبح کراتے ہیں کہ فلاں رنگ یا فلاں قسم کی بکری یا مرغی ہو۔

کبھی یہ جادوگر شرک پر مبنی طلسمی کلمات لکھ دیتے ہیں، یا دھاگوں اور کڑوں کی صورت میں شیطانی تعویذ تیار کرتے ہیں جنھیں لوگ اپنی گردنوں اور کلائیوں میں لٹکا لیتے ہیں یا صندوقوں اور گھروں میں رکھ لیتے ہیں۔

بعض جادوگر کسی ولی بزرگ کی شکل میں آتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ اس ولی کی خلاف عادت بہت سی کرامات ہیں، مثلاً: کوئی اپنے آپ کو اسلحے سے قتل کرے یا گاڑی کے نیچے لیٹ جائے مگر اس کو کچھ نہ ہو۔ اسی طرح کی دیگر شعبدہ بازیاں بھی حقیقت میں جادو کے کرتب اور شیطانی چکر بازیاں ہیں جو ان ولیوں (درحقیقت جادوگروں) کے ہاتھ سے سرزد ہوتی ہیں۔



شیاطین کے بارے میں ایک بات ذہن نشین رہے کہ یہ اللہ کا ذکر کرنے سے بھاگ جاتے ہیں۔

ایک نوجوان نے اپنا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ اس نے بیرون ملک کا سفر کیا۔ وہاں وہ تھیٹر (تماشا گاہ) میں گیا اور تماشا دیکھنے لگا۔ وہ کہتا ہے کہ ہم مختلف قسم کے کھیل دیکھ رہے تھے کہ اچانک ایک عورت آئی اور عجیب انداز سے رسے پر چلنے لگی، پھر چھلانگ مار کر دیوار پر چڑھ گئی اور اس پر ایسے چلنے لگی جیسے کوئی مچھر چلتا ہے۔ لوگ یہ دیکھ کر بہت خوش ہو رہے تھے۔ میں نے دل میں سوچا اس کی یہ حرکات کسی پہلوانی مشق کا نتیجہ نہیں۔ میں اگرچہ گنہگار ہوں مگر موحد ضرور ہوں، مجھے یہ چیزیں پسند نہیں۔ میں شش و پنج میں تھا کہ کیا کروں۔ اچانک مجھے یاد آیا کہ ایک بار خطبہ جمعہ میں خطیب نے بیان کیا تھا کہ جادوگر شیطانوں سے مدد لیتے ہیں۔ اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کی قوت فنا ہو جاتی ہے۔ میں اپنی نشست سے اٹھا اور تھیٹر کے چبوترے کی طرف

چل دیا۔ لوگ خوشی سے تالیاں بجارہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ میں حیرت کے مارے جادوگرنی کے قریب جارہا ہوں۔ جب میں اسٹیج کے قریب پہنچا اور ساحرہ بھی قریب ہی تھی میں نے آیت الکرسی کی تلاوت شروع کردی۔

وہ جادوگرنی تڑپنے لگی۔ اللہ کی قسم! آیت الکرسی ختم کرنے سے پہلے ہی وہ دھڑام سے زمین پر گرگئی اور تھرتھر کانپنے لگی۔ لوگ گھبرا کر اٹھے اور اسے ہسپتال لے گئے۔ اللہ کا فرمان سچ ہے:

﴿اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝﴾

”بے شک شیطان کی چال ہمیشہ کمزور رہی ہے۔“[19]

نیز اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝﴾

”انھوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے۔“[20]

تصاویر اور یادگاری مجسموں کی تعظیم بھی شرک کا سبب ہے۔ عربی لغت میں تمثال مجسم شکل یا تصویر کو کہتے ہیں، تصویر خواہ انسانی ہو یا حیوانی اس کی جمع تماثیل ہے۔

یادگاری مجسمے

یہ مجسمے مٹی یا پتھر کے بنائے جاتے ہیں جو اللہ کے نیک بندوں یا مشاہیر سے



منسوب ہوتے ہیں۔ زمین پر انھی تصویروں اور مجسموں کے سبب سے شرک پھیلا۔ نوح علیہ السلام کی قوم کو دیکھو۔ جب انھوں نے اپنے نیک بزرگوں کی مورتیاں بنالیں تو تھوڑے ہی عرصے میں اللہ کو چھوڑ کر ان کی پوجا ہونے لگی۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے تصویریں اور مجسمے نصب کرنے سے روکا ہے کیونکہ یہ شرک کے ذرائع ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے تصویریں بنانے والوں پر لعنت کی ہے[21] اور بتایا ہے کہ قیامت کے دن انھیں سخت عذاب ہوگا۔[22] اسی طرح آپ نے تصویریں مٹانے اور اونچی قبریں پست کرنے کا حکم دیا ہے[23] اور خبر دی کہ جس گھر میں تصویریں اور مجسمے ہوں وہاں (رحمت کے) فرشتے نہیں آتے۔[24]

بدعتی وسیلہ پکڑنا بھی شرک کا سبب ہے

نبی کریم ﷺ کے طفیل یا کسی مخلوق کی ذات یا اس کے مرتبے کے وسیلے سے یا مردوں سے ان کی سفارش کے وسیلے سے دعا



کرنا بدعتی وسیلہ ہے، مثلاً دعا میں یہ کہنا: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے نبی کی عظمت کے طفیل، فلاں کے حق (بزرگی) یا فلاں میت کی روح کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔ یہ وسیلے ناجائز ہیں۔

جائز شرعی وسیلہ

شرعی وسیلہ یہ ہے کہ اللہ کے نام اور اس کی صفات کو وسیلہ بنایا جائے، مثلاً یوں دعا کی جائے: يَارَحِيمُ! ارْحَمْنِي، يَا غَفُورُ! اغْفِرْلِي. (اے رحیم! مجھ پر رحم کر۔ اے غفور! مری مغفرت فرما۔)

اسی طرح اللہ پر ایمان اور اعمال صالحہ کو وسیلہ بنایا جائے، مثلاً یوں کہا جائے: ''اے اللہ! تجھ پر میرے ایمان اور تیرے رسولوں کی تصدیق کے واسطے سے (میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تو) مجھے اپنی جنت میں داخل کر۔''

زندہ نیک لوگوں کی دعا کو وسیلہ بنانا بھی جائز ہے جیسے کسی نیک بزرگ سے کہا جائے کہ آپ میرے لیے دعا کریں۔ مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی کے حق میں اس کی غیر موجودگی میں دعا بھی مقبول ہے، البتہ قبر میں پڑے کسی مُردے سے دعا کرانا جائز نہیں۔

یہ سب جو پچھلے صفحات میں ذکر ہوا، اللہ کے حقوق ہیں جو اس کے بندوں کے ذمے ہیں، انھیں غیر اللہ کے لیے بجا لانا جائز نہیں۔

---

1 یونس 31:10. 2 یونس 18:10. 3 سفارش کے متعلق جاننے کے لیے آیت الکرسی [البقرة 255:2] اور اس کا ترجمہ دیکھنا چاہیے۔ 4 صحيح البخاري، حديث:436,435، وصحيح مسلم، حديث: 531. 5 صحيح البخاري، حديث: 1330، وصحيح مسلم، حديث: 529. 6 الرد على الأخنائي، ص: 184، و مجموع الفتاوى: 323/27، و تاريخ ابن كثير: 74/9. 7 تحذير الساجد للألباني، ص: 93، و صراع بين الحق والباطل، ص: 106، و تطهير الاعتقاد، ص: 43. 8 صحيح البخاري، حديث: 1010، و المصنف لعبد الرزاق: 93/3. 9 جامع الترمذي، حديث: 1535، ومسند أحمد: 125/2. 10 صحيح البخاري، حديث: 2679. 11 صحيح البخاري، حديث: 4860. 12 یہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول ہے۔ المصنف لابن أبي شيبة: 35/5. 13 حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت مل نہیں سکی، البتہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے یہ روایت مرفوعا آئی ہے۔ دیکھیے مسند أحمد: 444/4، وسنن ابن ماجه، حديث: 3531. 14 النّمل 65:27. 15 صحيح البخاري، حديث: 2766. 16 طٰهٰ 69:20. 17 جامع الترمذي، حديث: 1460. یہ حدیث ضعیف ہے۔ دیکھیے: (ضعيف سنن الترمذي للألباني، ص: 137، حديث: 1460) جادوگر کو قتل کرنے والے صحابی کا نام جندب بن کعب بن عبداللہ الازدی الغامدی ہے۔ دیکھیے: (التاريخ الكبير للبخاري: (1:2)، ص: 222، حديث: 2268، والإصابة لابن حجر: 615/1) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا نام جندب بن جنادہ ہے۔ 18 سنن أبي داود، حديث: 3904، وجامع الترمذي، حديث:135، وسنن ابن ماجه، حديث: 639، واللفظ لهما. 19 النسآء 76:4. 20 اٰل عمرٰن 54:3. 21 صحيح البخاري، حديث: 2086. 22 صحيح البخاري، حديث: 5950. 23 صحيح مسلم، حديث: 969. 24 صحيح البخاري، حديث: 5958.



اللہ پر ایمان

ہمیں یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اللہ ہی ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہی عبادت کا مستحق ہے۔اسی کے لیے سب سے اچھے نام اور سب سے اعلیٰ صفات ہیں،فرمان الٰہی ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○﴾

''اس (اللہ) کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ خوب سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' [1]

اور ہمیں ایمان رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے، جو چاہے اور جیسے چاہے کلام کرتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ○﴾

''اور اللہ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام کیا کلام کرنا۔'' [2]

یہ اعتقاد بھی رکھنا چاہیے کہ قرآن کریم اور دیگر آسمانی کتب اللہ تعالیٰ ہی کا

کلام ہیں۔ [3]

ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے لحاظ سے مخلوق سے بلند ہے۔ اوراس نے (ساتوں) آسمان اور زمین (اور جو کچھ ان میں ہے) چھ دن میں پیدا کیے، پھر عرش پر مستوی ہوا۔ عرش پر اللہ کا استوا جیسے اس کی شان اور عظمت کے لائق ہے۔ اس کی کیفیت و ماہیت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، اس کے باوصف وہ اپنی تمام مخلوق کے ہر حال سے باخبر ہے۔ ان کی باتیں سنتا ہے، ان کے کام دیکھتا ہے اوران کے ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔

ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ کے مومن بندے قیامت کو اللہ کا دیدار کریں گے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○﴾

''کئی چہرے اس روز تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے۔'' [4]

اللہ کی وہ تمام صفات جن کا ذکر اللہ نے قرآن کریم میں کیا ہے یا رسول اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں بتایا ہے، ہمارا ان پر ایمان ہے۔ ان صفات کے حقیقی ہونے کی جیسے اللہ کی شان کے لائق ہے، ہم تصدیق کرتے ہیں۔

فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان لانا یہ ہے کہ اللہ نے انھیں نور سے پیدا کیا ہے اورانھیں ان کی ذمہ داریاں سپرد کی ہوئی ہیں جو وہ ادا کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے بندے

ہیں۔ اللہ انھیں جو حکم دیتا ہے، اس میں وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ جس کام کا انھیں حکم دیا جاتا ہے، وہ اسے بجا لاتے ہیں۔ ان کی تعداد ہم (انسانوں) سے زیادہ ہے اور وہ اللہ سے ہماری نسبت زیادہ ڈرتے اور زیادہ عبادت کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ آسمان میں ایک گھر ہے جسے بیت المعمور کہا جاتا ہے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے آتے ہیں اور نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں جو قیامت تک دوبارہ نہیں آئیں گے۔ [5]

سنن ابی داود اور طبرانی کی صحیح حدیث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أُذِنَ لِي أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ مَّلَكٍ مِّنْ مَّلَائِكَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ، إِنَّ مَا بَيْنَ شَحْمَةِ أُذُنِهِ إِلٰی عَاتِقِهِ مَسِيرَةُ سَبْعِمِائَةِ عَامٍ.»

”مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں عرش کو اٹھانے والے اللہ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کی صفت بیان کروں۔ یقیناً اس فرشتے کے کان کی لو سے لے کر کندھے تک سات سو سال کی مسافت ہے۔“ [6]

بعض فرشتوں کے ذمے خاص کام ہیں، جیسے جبریل علیہ السلام انبیاء تک وحی لے کر آتے رہے۔ میکائیل علیہ السلام بارش اور فصلوں پر مقرر ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام کے ذمے قرب قیامت صور پھونکنا ہے اور ملک الموت روحیں قبض کرنے پر مقرر ہیں۔ جہنم کے داروغے کا نام ’مالک‘ ہے۔

اللہ کے بعض فرشتے ماؤں کے پیٹ میں بچوں کے ساتھ مقرر ہوتے ہیں۔ بعض دوسرے بنی آدم کی حفاظت کرتے ہیں۔ کچھ انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ بعض کی ڈیوٹی قبر میں میت سے سوال کرنا ہے۔

یہ سب اللہ کے فرشتے ہیں اور ہمارے لحاظ سے غیبی مخلوق ہیں۔ ان کے وجود پر ہمارا ایمان ہے اگرچہ ہم انھیں دیکھ نہیں سکتے۔ ہم سے پوشیدہ ایک اور مخلوق بھی ہے اور وہ جن ہیں۔ ان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ اللہ نے انھیں انسانوں سے پہلے پیدا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُومِ ۝﴾

''اور بلاشبہ ہم نے انسان کو سڑے ہوئے، بدبودار، سیاہ گارے کی کھنکھناتی ہوئی خشک مٹی سے پیدا کیا اور جنوں کو اس سے پہلے سخت حرارت والی آگ سے پیدا کیا۔'' [7]

جن بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مکلّف ہیں اوران سے بھی عبادت مطلوب ہے۔ ان میں سے کچھ ایمان بھی لائے ہیں اور کچھ کافر بھی ہیں۔ ان میں سے کچھ اطاعت گزار ہوتے ہیں اور دیگر نافرمان۔ جن کبھی انسانوں پر زیادتی بھی کرجاتے ہیں جیسے کبھی انسان جنوں پر زیادتی کرتے ہیں۔

انسانوں کی جنوں پر زیادتی یا ظلم یہ ہے کہ وہ ہڈی، گوبر یا لید کے ساتھ استنجا کرتے ہیں۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہڈی اور گوبر کے بارے میں فرمایا:

«لَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامُ إِخْوَانِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ.»

''تم ان دونوں (ہڈی اور لید) سے استنجا نہ کیا کرو کیونکہ یہ دونوں تمھارے بھائی جنات کا کھانا ہے۔'' [8]

جنات کی انسانوں پر زیادتی یا ظلم یہ ہے کہ وہ انسان پر وسوسے کے ذریعے سے مسلط ہوجاتے ہیں۔ ان کا خوف بھی انسانوں پر غالب ہے۔ اسی طرح ان میں آسیبی طاقت بھی ہوتی ہے جس سے وہ انسان کی عقل پر قابو پا لیتے ہیں۔

ایک مسلمان شرعی، مسنون اذکار کے ذریعے سے ان سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ آیت الکرسی، آخری تین قل اور دیگر مسنون دعائیں، جو نبی کریم ﷺ سے



منقول ہیں، پڑھنی چاہئیں، البتہ جنات کے شر سے بچنے کے لیے ان کے نام پر جانور ذبح کرنا یا انھیں پکارنا شرک کے زمرے میں آتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جن اور شیاطین کمزور مخلوق ہیں۔ ان کا مکر اور تدبیر بھی کمزور ہے۔ لیکن جب انسانوں کے گناہ بڑھ جائیں، حرام اشیاء کی خواہش رکھیں، گانے سنیں، ان کا ایمان کمزور ہوجائے، رب سے تعلق گھٹ جائے، اللہ کے ذکر سے غفلت برتیں اور شرعی اذکار کا حصار کمزور ہوجائے تو جنات وشیاطین کو انسانوں پر تسلط حاصل کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان اوراس کے لشکر کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝﴾

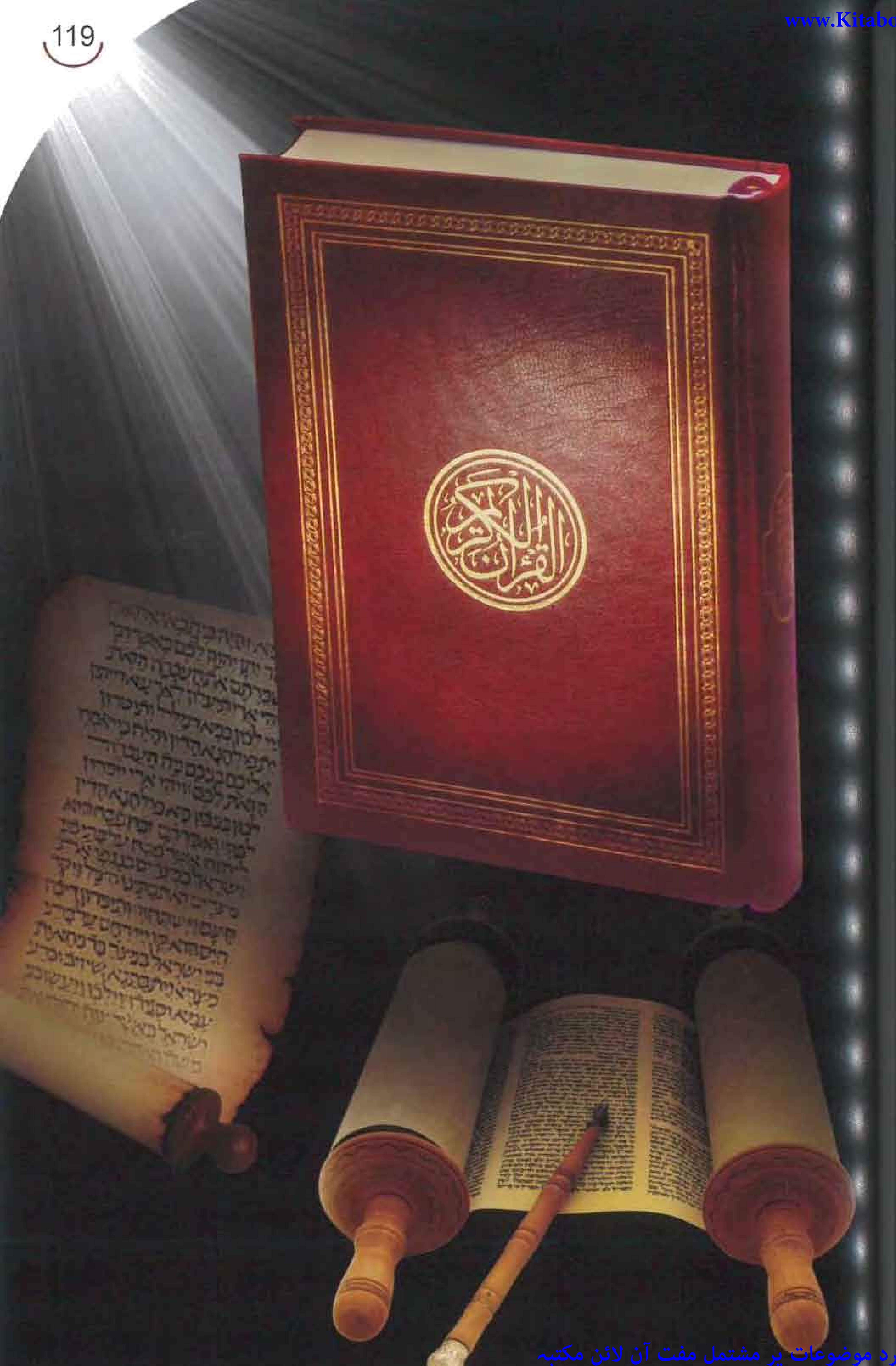
”بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس (شیطان) کا ان لوگوں پر کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔ اس کا غلبہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس کے ایما پر (اللہ کے) شریک بناتے ہیں۔“ [9]

کتابوں پر ایمان

کتابوں سے مراد وہ کتب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر مخلوق کی ہدایت کے لیے آسمانوں سے اتاری ہیں۔ یہ خاصی تعداد میں ہیں۔ ہمارا ان سب پر ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے چار کے بارے میں ہمیں خبر دی ہے۔ اور وہ ہیں: قرآن جو اللہ نے محمد ﷺ پر اتارا۔ توراۃ موسیٰ علیہ السلام پر، انجیل عیسیٰ علیہ السلام پر اور زبور داود علیہ السلام پر اتاری۔ یہ تمام آسمانی کتابیں اللہ تبارک و تعالیٰ کا کلام ہیں۔ قرآن سب سے آخر میں نازل ہونے والی سب سے عظیم کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں سابقہ تمام کتابوں (اور شریعتوں کے احکام) کو جمع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾

”اور (اے نبی!) ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے، یہ اس (شریعت) کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہے اور اس کی محافظ ہے۔“ [10]



گویا تورات، زبور اور انجیل وغیرہ کے احکامِ شریعت قرآن مجید میں جمع اور محفوظ ہونے کے بعد قرآن واحد قابلِ اتباع آسمانی کتاب ہے۔ سابقہ آسمانی کتب میں بے پناہ تحریف ہونے کے بعد وہ قابل اتباع نہیں رہیں۔ قرآن جہاں پچھلی آسمانی کتب کے منزل من اللہ ہونے کی تصدیق کرتا ہے، وہیں ان میں یہود و نصاریٰ کی طرف سے کی گئی تحریف کو بھی واشگاف طور پر بیان کرتا ہے۔

نبیوں اور رسولوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا جس نے انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی۔ پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں اور آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ رسولوں کی تعداد تو بہت زیادہ ہے۔ کچھ کے نام اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں اور ان کے واقعات و حالات بیان کیے ہیں جبکہ اکثر کے بارے میں کوئی خبر نہیں دی۔ ہم تمام انبیاء پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾

''اور یقیناً ہم ہی نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے تجھے سنایا اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے تجھ کو نہیں سنایا۔'' [11]

تمام انبیاء بشر تھے اور انھیں بھی اللہ نے پیدا کیا۔ ان میں اور عام انسانوں میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ انبیاء پر وحی آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾

''اے نبی! کہہ دے (کہ) میں تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں، (فرق یہ ہے کہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ یقیناً تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی معبود ہے۔'' [12]

امر واقع بھی یہی ہے کہ تمام نبی بشر ہی تھے۔ انھیں بھوک لگتی تو کھانا کھاتے، پیاس لگتی تو پانی پیتے۔ بیمار بھی ہوجاتے اور انھیں موت بھی آئی۔ ہمیں یہ حکم ہے کہ ان سب پر ایمان لائیں۔ جس نے کسی ایک نبی کی رسالت کا انکار کیا گویا اس نے تمام رسولوں اور نبیوں کی رسالت کا انکار کردیا۔ اللہ تعالیٰ

نوح علیہ السلام کی قوم کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ ٱلْمُرْسَلِينَ ۝﴾

''نوح (علیہ السلام) کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔'' [13]

ہود علیہ السلام کی قوم کے متعلق فرمایا:

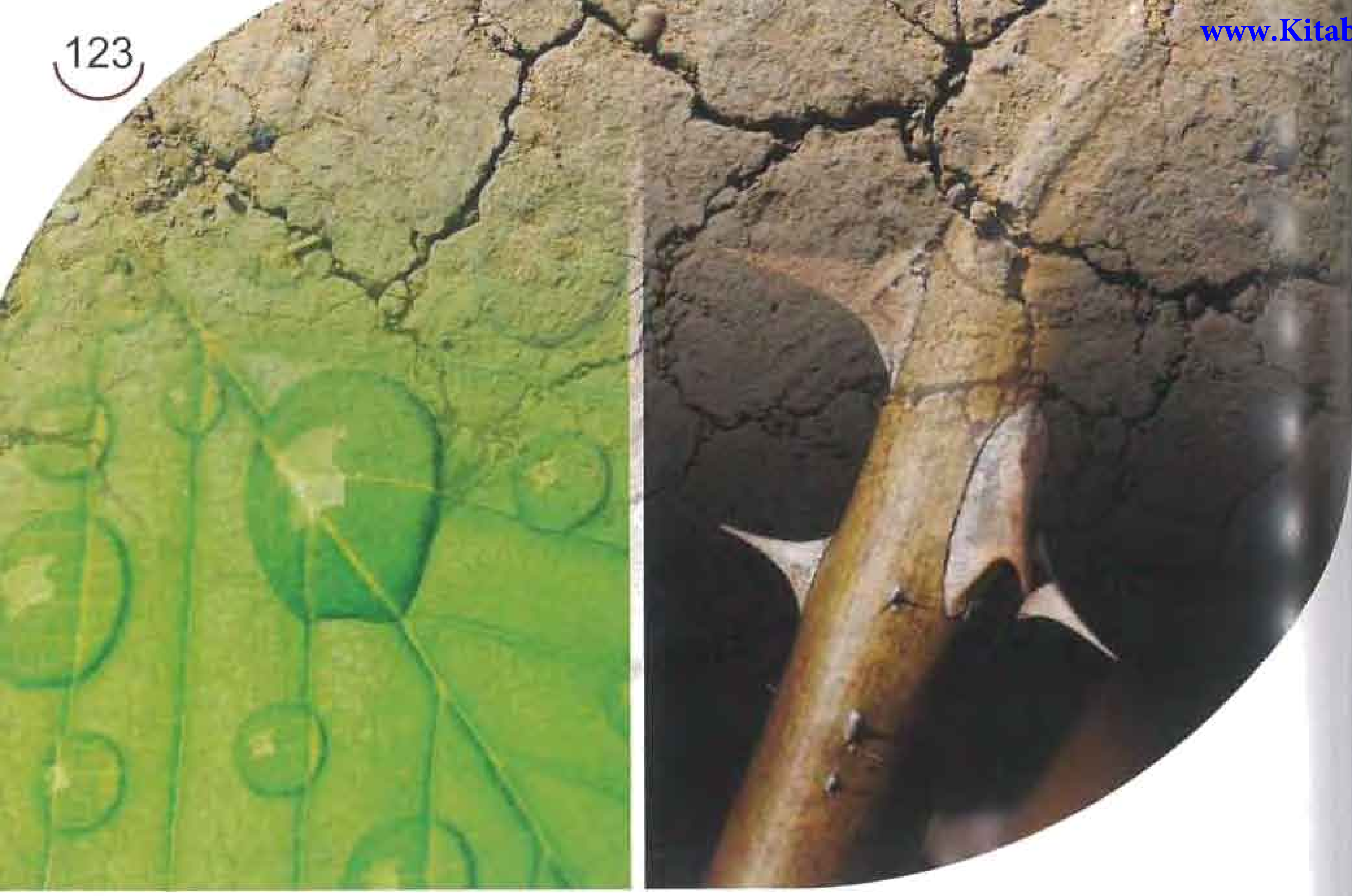
﴿كَذَّبَتْ عَادٌ ٱلْمُرْسَلِينَ ۝﴾

''قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔'' [14]

ہر امت نے صرف اسی نبی کی تکذیب کی تھی جو ان کی طرف بھیجا گیا تھا۔ لیکن چونکہ تمام نبیوں کی دعوت ایک ہی تھی، اس لیے جو ایک نبی کو جھٹلائے، گویا اس نے تمام انبیاء کو جھٹلا دیا۔ اس قاعدے کی رو سے نصاریٰ جنھوں نے نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور آپ کی پیروی نہ کی، یہ گویا عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلاتے ہیں کیونکہ انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی بشارت دی تھی اور ان کی اتباع کا حکم دیا تھا مگر نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کہا نہ مانا۔ یہی مثال یہودیوں پر صادق آتی ہے۔

آخرت کے دن پر ایمان

مرنے کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس کی تصدیق کرنا ایمان بالآخرت ہے۔



ہم سب سے پہلے قبر کے عذاب اور وہاں کے انعامات پر ایمان لاتے ہیں۔ قبر کے احوال اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوٓءُ ٱلْعَذَابِ ۝ ٱلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ أَدْخِلُوٓا۟ ءَالَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ ٱلْعَذَابِ ۝﴾

''آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا، آگ ہے، وہ صبح و شام اس پر پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (حکم دیا جائے گا:) آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔'' [15]

منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ۝﴾

''ہم عنقریب انھیں دوبار عذاب دیں گے، پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔'' [16]

اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل علم کا قول ہے کہ پہلا عذاب دنیا کا ہے۔ دوسرا عذاب قبر کا ہے، پھر روز قیامت انھیں آگ کے بڑے عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔

عذاب قبر اور اس کی نعمتوں کے ثبوت میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم فرماتے ہیں کہ یہ احادیث متواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اس ضمن میں کتب احادیث میں پچاس سے زائد حدیثیں آئی ہیں۔

صحیحین میں ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا:

''ان دو قبروں والوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور انھیں عذاب کسی بڑے گناہ کی بنا پر نہیں دیا جارہا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا۔ اور دوسرا چغل خور تھا۔'' [17]

صحیحین ہی میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ......»

''اے اللہ! بے شک میں عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' [18]

قبر کا عذاب یا وہاں کے انعامات غیبی چیزیں ہیں جنھیں عقل سے ماپا نہیں

جا سکتا۔

آخرت پر ایمان

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور صور میں پھونکے جانے سے مُردوں کے زندہ ہونے پر ایمان لانا ایمان بالآخرت ہے۔ جب مردوں کو دوبارہ اٹھایا جائے گا تو وہ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۝﴾

''پھر بے شک اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو، پھر بے شک تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔'' [19]



حساب اور جزا وسزا پر ایمان بھی، ایمان بالآخرت کا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ○ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ○﴾

”یقیناً انھیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، پھر بے شک ہمارے ہی ذمے ان کا حساب ہے۔“ [20]

جنت اور دوزخ پر ایمان لانا بھی آخرت پر ایمان لانے کا حصہ ہے۔ یہ بھی ایمان ہونا چاہیے کہ جنت متقی اور پرہیز گار لوگوں کا گھر ہے۔ اس میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جنھیں کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی انسان کے دل میں ان کا تصور نہیں آیا۔

دوزخ عذاب کا گھر ہے۔ اس میں قسم قسم کا عذاب اور ایسی شدید سزائیں ہیں جو کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آسکتیں۔

قیامت کی چھوٹی بڑی تمام علامات پر ایمان ہونا چاہیے۔ جیسے دجال کا آنا، عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا، سورج کا مغرب سے نکلنا اور دابة الأرض کا نکلنا...... وغیرہ۔ اسی طرح شفاعت (کبریٰ وصغریٰ)، حوض کوثر، میزان (اعمال کی ترازو)، اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیدار اور دیگر امور آخرت پر بھی ہمارا ایمان ہونا چاہیے۔

اچھی اور بری تقدیر پر ایمان

ایک مسلمان کا اس بات پر ایمان ہونا چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے وسیع



علم کی بدولت کسی کام کے وقوع سے پہلے ہی اسے جانتا ہے۔ اسے مجمل طور پر اور تفصیل سے ہر شے کا علم ہے جسے اس نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔

اللہ ہی ساری کائنات کا خالق ہے:

﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ○﴾

”اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر خوب نگہبان ہے۔“ [21]

اس کائنات میں جو بھی شے پیدا ہوتی ہے، اللہ کو اس کے بارے میں اس کے پیدا ہونے سے پہلے علم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ○﴾

”بے شک ہم ہی نے ہر شے کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔“[22]

ہر انسان کو ایک گونہ مشیت اور قدرت عطا کی گئی ہے۔ اسی کے بل بوتے انسان چاہے تو کوئی کام کرتا ہے، نہ چاہے تو نہیں کرتا۔ اگر انسان کا ارادہ وضو کرنے کا ہوگا تو وہ وضو کر لے گا، نماز کا ارادہ ہوگا تو نماز پڑھ لے گا۔ اسی طرح گمراہ ہونا چاہے تو گمراہی اختیار کر لیتا ہے یا زنا میں ملوث ہو جاتا ہے۔ اسی ارادے کی وجہ سے اس کا حساب ہوگا اور اسی کے مطابق اسے بدلہ دیا جائے گا۔ فرائض و واجبات چھوڑنے یا حرام کے ارتکاب پر تقدیر کا سہارا نہیں لینا چاہیے۔

[1] الشوریٰ 11:42. [2] النسآء 164:4. [3] اللہ کی آخری کتاب ”قرآن مجید“ کے برعکس دیگر آسمانی کتب تورات، زبور اور انجیل میں بے حد تحریف ہو چکی ہے، لہٰذا ان میں اللہ کا کلام بس کہیں کہیں رہ گیا ہے۔ [4] القيامة 23,22:75. [5] صحيح البخاري، حديث: 3207، وصحيح مسلم، حديث: 164,162. [6] سنن أبي داود، حديث: 4727، والمعجم الأوسط للطبراني: 36/5، حديث: 6503، وسلسلة الأحاديث الصحيحة: 282/1، حديث: 151. [7] الحجر 27,26:15. [8] صحيح مسلم، حديث: 450، وجامع الترمذي، حديث: 18. [9] النحل 100,99:16. [10] المآئدة 48:5. [11] المؤمن 78:40. [12] الكهف 110:18. [13] الشعرآء 105:26. [14] الشعرآء 123:26. [15] المؤمن 46,45:40. [16] التوبة 101:9. [17] صحيح البخاري، حديث: 218، وصحيح مسلم، حديث: 292. [18] صحيح البخاري، حديث: 832، وصحيح مسلم، حديث: 589. [19] المؤمنون 16,15:23. [20] الغاشية 26,25:88. [21] الزمر 62:39. [22] القمر 49:54.



ایمان کو نقصان دینے والی چیزیں

دین کا ٹھٹھا اڑانا

یہ فعل مسلمان کو مرتد بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾

”کہہ دے: کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہے۔“[1]

اسی طرح بعض افراد کا یہ کہنا بھی ضیاعِ ایمان کا سبب بن سکتا ہے کہ ”اسلام پرانے زمانے کا دین ہے، جدید دور کے لائق نہیں۔“ یا یہ کہنا کہ ”اسلام بنیاد پرستی اور رجعت پسندی کا مذہب ہے۔“ یا یہ کہ ”انسانوں کے وضع کردہ قوانین اسلام سے بہتر ہیں۔“ یا توحید کے داعی، قبروں اور مزاروں کی عبادت کے منکر کو ”انتہا پسند“ یا ”مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانے والا“ قرار دینا...... یہ سب باتیں



ایمان کے لیے نقصان دہ ہیں۔

سب سے بڑی شے جس سے ایمان کا ستیاناس ہوجاتا ہے، وہ ہے اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان کا تقاضا ہے کہ اس کی شریعت کے مطابق فیصلے کیے جائیں۔ ان فیصلوں کا تعلق اقوال سے ہو یا افعال سے، خون (لڑائی جھگڑے) سے ہو یا مال سے، تمام حقوق کے بارے میں فیصلے شریعت ہی کے مطابق ہوں۔ حکام و سلاطین پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے کریں اور رعایا پر لازم ہے کہ وہ اپنے فیصلے اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق کرائیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝﴾

"پس (اے نبی!) تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ باہمی اختلافات میں تجھ کو فیصلہ کرنے والا مان لیں، پھر تیرے کیے ہوئے فیصلے پر اپنے دلوں میں کوئی حرج محسوس نہ کریں اور اسے دل و جان سے تسلیم کرلیں پوری طرح تسلیم کرنا۔" [2]

نیز اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝﴾

"اور جو اس کے مطابق فیصلے نہ کریں جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔" [3]

تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے ہونا چاہییں، خواہ وہ خرید و فروخت کے مسائل ہوں یا چوری اور زنا وغیرہ کے۔ یہ نہیں کہ ذاتی معاملات، نکاح، طلاق وغیرہ میں تو احکام الٰہی کے مطابق فیصلے ہوں اور دیگر تمام امور میں انسانی ساختہ بلکہ شیطانی احکام کی پیروی کی جاتی رہے۔

جس نے لوگوں کے لیے قانون سازی کی اور کہا کہ یہ قوانین اللہ کے احکام کی جگہ ہیں یا اللہ کے احکام کے مساوی ہیں، یا یہ کہا کہ یہ اللہ کے احکام کی نسبت درست اور ان سے افضل ہیں تو وہ کافر ہے، ہاں! وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے:

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ﴾

''یا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ مقرر (ایجاد) کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔'' [4]

نیز اللہ کا فرمان ہے:

﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝﴾

''کیا پھر وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اور اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔'' [5]

حدیث میں ہے کہ جب اللہ نے یہ آیت:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

''انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔'' [6]

اتاری تو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''اللہ کے رسول! ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے تھے۔'' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمھارے عالم اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار نہیں دیتے تھے؟ پھر کیا تم بھی اسے حلال نہیں سمجھنے لگتے تھے؟ وہ اللہ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کرتے تو تم بھی اسے حرام نہیں سمجھنے

لگتے تھے؟'' عدی کہنے لگے: ''ہاں! اللہ کے رسول! ایسا ہی ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی ان کی عبادت ہے۔'' [7]

کفار سے دوستی یا مومنوں سے دشمنی بھی ایمان ختم کر دیتی ہے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار، یعنی یہودیوں، نصرانیوں اور تمام مشرکوں سے دشمنی رکھیں اور ان کی دوستی سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاۗءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَاۗءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ﴾

''اے ایمان والو! تم میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ تمھارے پاس جو حق آیا ہے انھوں نے اس کا انکار کیا ہے......۔'' [8]

بلکہ اللہ نے کافر والدین اور بہن بھائیوں سے محبت کو بھی حرام قرار دیا ہے۔



اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ﴾

”(اے نبی!) تو ان لوگوں کو جو یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، ایسا نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کا خاندان ہو۔“ [9]

اس مفہوم کی بہت سی آیات ہیں۔ وہ سب کی سب کفار سے بغض اور دشمنی واجب قرار دیتی ہیں کیونکہ انھوں نے اللہ سے کفر کیا ہے اور اس کے دین سے دشمنی مول لے رکھی ہے۔ اسی طرح وہ اللہ کے دوستوں کے بھی دشمن ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عداوت کا حال یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ○ ﴾

”شدید دشمنی تو ان کے منہ سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینے چھپا رہے ہیں وہ زیادہ بڑا (بغض) ہے۔ بے شک ہم نے تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، اگر تم سمجھتے ہو۔ دیکھو! تم وہ لوگ ہو کہ تم ان سے محبت رکھتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے اور تم سب (آسمانی) کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (جبکہ وہ ایسا نہیں کرتے) اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے اپنی انگلیاں چباتے ہیں۔ کہہ دے: اپنے غصے سے مر جاؤ، بے شک اللہ سینوں کے راز خوب جاننے والا ہے۔ اگر تمھیں کوئی بھلائی حاصل ہو تو انھیں بری لگتی ہے اور اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو تو ان کی خفیہ تدبیر تمھیں کچھ نقصان نہیں پہنچائے گی۔ بے شک وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔“ [10]



آج اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہود و نصاریٰ کی خفیہ تدبیریں اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی وارداتیں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ کثیر مال خرچ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

آج مسلمان کافروں سے دوستی گانٹھے بیٹھے ہیں۔ وہ تبلیغی مقاصد کے بغیر ہی ان سے ملتے جلتے ہیں۔ ان کے علاقوں میں جا کر رہتے ہیں۔ بلا ضرورت ان کے ملکوں کا سفر کرتے ہیں۔ لباس، وضع قطع اور بودوباش اپنانے میں اور بلاوجہ ان کی زبان بولنے میں ان کی مشابہت کرتے ہیں۔

ایمان کو ختم کرنے والی سب سے بڑی باتیں

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عیب جوئی کرنا، ان پر سب وشتم کرنا یا اہل بیت کی تنقیص ایسی باتیں ہیں جو ایمان کو ضائع کر دیتی ہیں۔

ہم مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام سے محبت کرتے ہیں اور کسی کی محبت میں غلو سے کام نہیں لیتے۔ علی رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے صحابی کی شان میں غلو نہیں کرتے اور کسی بھی صحابی کو شرفِ صحابیت سے الگ نہیں سمجھتے۔ جو صحابہ سے بغض رکھے ہم بھی اس سے بغض رکھتے ہیں۔ ہم صحابہ کرام کو اچھے لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾



''مہاجرین اور انصار میں سے (قبول اسلام میں) سبقت کرنے والے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے......'' [11]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو بھی اختلافات ہوئے یا لڑائیاں ہوئیں ان کے بارے میں اہل سنت والجماعت (سلف صالحین) کا موقف یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔ آخر وہ بھی انسان تھے، ان سے غلطیاں بھی سرزد ہوئیں اور انھوں نے اچھے کام بھی بہت کیے۔ اب جبکہ اللہ نے ان فتنوں سے ہماری تلواروں کو محفوظ رکھا ہے تو ہمیں اپنی زبانوں کو بھی اس سے بچانا چاہیے، البتہ ان کا رب قیامت کو انھیں جمع کرے گا اور ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

ہمارا ایمان و یقین ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملی کیونکہ آپ ہی امت میں سب سے افضل ہیں اور تمام امت سے مقدم ہیں، پھر خلافت کا منصب عمر رضی اللہ عنہ کو ملا، پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے منصب خلافت پر فائز ہوئے۔

بعض برخود غلط مسلمانوں نے قرب الٰہی کے حصول کے لیے جو بدعات ایجاد کرلی ہیں، ان سے بھی ایمان میں خلل واقع ہوتا ہے، مثلاً: رسول اللہ ﷺ کے

یوم پیدائش کو 'عید میلاد' کے طور پر منانا اور محفل میلاد کے درمیان کھڑے ہوکر سلام پڑھنا، نیز اولیاء و صالحین میں سے کسی کا میلاد منانا۔ یہ سب باتیں دین میں بدعت کا درجہ رکھتی ہیں۔ خود نبی ﷺ یا آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کسی نبی یا بزرگ کا میلاد نہیں منایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.»

''جس نے ہمارے اس دین میں نئے کام ایجاد کیے جو دین میں سے نہیں ہیں، وہ مسترد ہے۔'' [12]

نیز آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.»

''ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' [13]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلٰمَ دِيْنًا﴾

''آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور تمھارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کرلیا۔'' [14]



میلاد کی محفلیں منعقد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے دین مکمل نہیں کیا۔ نوبت بایں جارسید کہ بعد کے لوگوں نے مختلف قسم کی عبادات گھڑ لی ہیں اور گمان یہ کرتے ہیں کہ ان سے انھیں اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ ایک طرح سے اللہ اوراس کے رسول پر اعتراض ہے۔

اگر نبی ﷺ کا میلاد منانا دین کا حصہ ہوتا، اللہ کو پسند ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے کہہ دیتا کہ اسے امت کے سامنے بیان کردو۔ حقیقت یہ ہے کہ علمائے سلف عید میلاد کا انکار کرتے آئے ہیں کیونکہ یہ من گھڑت عبادت ہے۔ محفل میلاد میں لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو پکارنا اور ان سے مدد مانگنا شروع کر دیتے ہیں جو 'شرک اکبر' ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے مدد طلب کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ غیب جانتے ہیں، صریح کفر ہے۔

بعض لوگ بوصیری کے یہ شعر پڑھتے رہتے ہیں:

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِي مَنْ أَلُوذُ بِهِ

سِوَاكَ عِنْدَ حُدُوثِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ

إِنْ لَّمْ تَكُنْ آخِذًا يَّوْمَ الْمَعَادِ يَدِي

صَفْحًا وَإِلَّا فَقُلْ يَا زَلَّةَ الْقَدَمِ

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا

وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

''اے سب لوگوں سے زیادہ سخی! مجھے کیا پڑی ہے کہ بڑا حادثہ پیش آنے پر تیرے سوا کسی اور کی پناہ چاہوں۔ بھلا تو درگزر کرتے ہوئے قیامت کو میرا ہاتھ نہ تھامے گا؟ اگر یہ نہ ہوا تو پھر کہہ دے: میں گمراہ ہوں۔ یہ دنیا اور اس کی مدمقابل (آخرت) تیری سخاوت میں سے ہیں اور علم لوح وقلم تیرے علوم میں سے ہے۔''

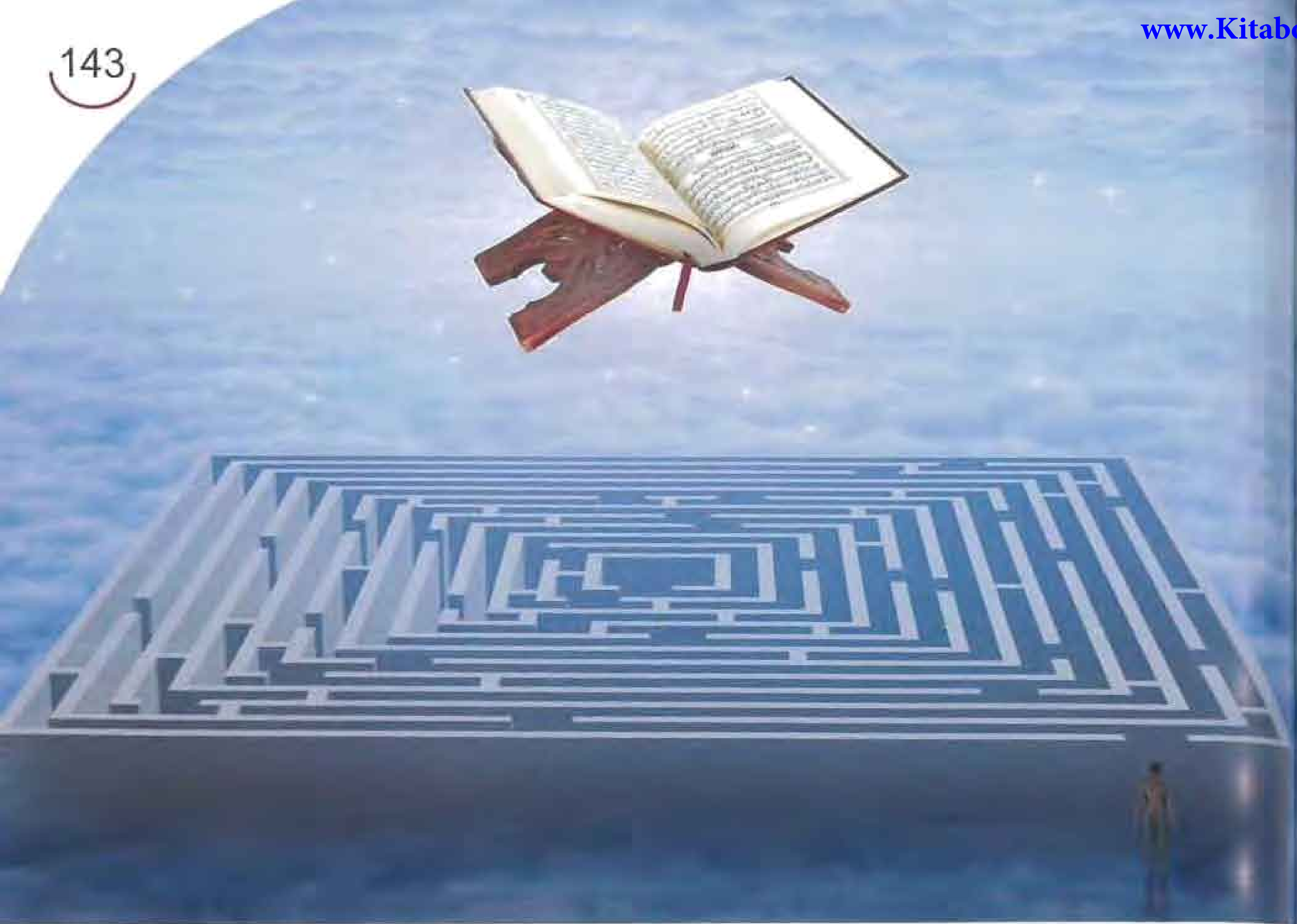
علم غیب، آخرت میں گناہوں کی بخشش اور دنیا و آخرت میں تحکم و تصرف جیسے اوصاف کا حامل وہی ہوسکتا ہے جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہو جبکہ میلاد رسول یا کسی بھی ولی کے میلاد کی محفل میں لوگ اس عقیدے سے شریک ہوتے ہیں کہ ان میں گناہوں کی بخشش کے پروانے ملتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ محفل میلاد میں اللہ کے رسول کا ذکر جمیل اوران کی سیرت کا تذکرہ ہوتا ہے، لہٰذا یہ کام اچھا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے، یہ اچھا کام ہے لیکن اس قسم کے جلسوں یا محفلوں کا انعقاد سال بھر میں کسی دن یا وقت کی تعیین کے بغیر ہونا چاہیے تاکہ غیر مسلموں سے مشابہت کی بنا پر یہ بدعت اور شرک کے

زمرے میں نہ آئیں۔ جب سیرت کے جلسوں، جمعہ کے خطبوں یا عام محفلوں میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ بیان کر کے ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے تو پھر ایک مخصوص دن کی محفل میلاد کی بدعت پر اصرار کیوں کیا جائے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَإِنْ تَنَٰزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ﴾

''پھر اگر تم کسی شے کے بارے میں اختلاف میں پڑ جاؤ تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔'' [15]

جب ہم نے عید میلاد کی محفلوں کے سلسلے میں کتاب اللہ سے رجوع کیا تو اس میں ہمیں نبی ﷺ کے اتباع کا حکم ملا اور اللہ نے یہ خبر بھی دے دی کہ اب دین مکمل ہو چکا ہے۔ اسی طرح ہم نے عید میلاد کی محفلوں کا جواز سنت رسول میں تلاش کرنا چاہا تو اس میں بھی کچھ نہ پایا۔ حقیقت یہ ہے کہ محفل میلاد کا انعقاد نہ تو رسول اللہ ﷺ نے خود کیا، نہ آپ نے اس کا حکم دیا اور نہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے عہد میں کوئی محفل میلاد برپا کی۔ اس سے پتہ چلا کہ عید میلاد دین اسلام میں داخل نہیں بلکہ یہ ایک گھڑا ہوا نیا کام ہے، بلکہ اگر غور کیا جائے تو اس میں یہود ونصاریٰ کی عیدوں 'کرسمس' اور 'پاس اوور' وغیرہ کے ساتھ مشابہت ہے جس سے نبی ﷺ نے ہمیں سختی سے روکا ہے، لہٰذا کسی بھی ذی شعور کے لائق نہیں کہ لوگوں کی اکثریت جو عید میلاد مناتی ہے، اس سے دھوکا کھائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:



﴿وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي ٱلْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ﴾

''اور اگر تو اہل زمین کی اکثریت کی بات مانے گا تو وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔'' [16]

عجیب بات ہے کہ لوگ بدعتی محفلوں میں تو بڑی کوشش کر کے پہنچتے ہیں لیکن نماز باجماعت کی پروا نہیں کرتے۔ کچھ لوگوں کا نظریہ ہوتا ہے کہ اس قسم کی مجلسوں میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس حاضر ہوتے ہیں، اسی لیے وہ آپ کے استقبال میں کھڑے ہو جاتے ہیں جبکہ یہ عمل باطل اور جہالت پر مبنی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنی قبر مبارک میں ہیں۔ وہاں سے قیامت سے پہلے نہیں نکلیں گے۔ آپ کی روح مبارک اللہ تعالیٰ کے ہاں دارالکرامۃ (عزت کے گھر) میں ہے۔



سفینۂ نجات

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

''قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر کھلے گی۔''[17]

باقی رہا رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا تو یہ افضل ترین عبادات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو سلام بھیجنا۔''[18]

ہمیں معلوم ہے کہ کسی بندے کا ایمان رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تعظیم کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔ آپ کی تعظیم وتوقیر یہ ہے کہ آپ کو مقتدا و پیشوا مانا جائے اور آپ ہی کی پیروی کی جائے۔ جو عبادات آپ نے شریعت میں بیان فرمائی ہیں، ان سے ہم تجاوز نہیں کرسکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

''(اے نبی!) کہہ دے: اگر تم اللہ سے دوستی رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے دوستی کرے گا اور وہ تمھاری خاطر تمھارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ تو ہے ہی بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان۔''[19]

---

[1] التوبة 66,65:9. [2] النسآء 65:4. [3] المآئدة 44:5. [4] الشورٰى 21:42. [5] المآئدة 50:5. [6] التوبة 31:9. [7] جامع الترمذي، حديث: 3095، والمعجم الكبير للطبراني: 92/17، حديث: 218. [8] الممتحنة 1:60. [9] المجادلة 22:58. [10] اٰل عمرٰن 3:118-120. [11] التوبة 100:9. [12] صحيح البخاري، حديث: 2697. [13] صحيح مسلم، حديث: 867، وسنن النسائي، حديث: 1579، وسنن ابن ماجه، حديث: 46 واللفظ لهما. [14] المآئدة 3:5. [15] النسآء 59:4. [16] الأنعام 116:6. [17] صحيح مسلم، حديث: 2278. [18] الأحزاب 56:33. [19] اٰل عمرٰن 31:3.

بدعات

ستائیسویں رمضان کی بدعات

رمضان المبارک میں نبیِ کریم ﷺ کی سنت یہ تھی کہ آپ اللہ کی عبادت بڑھا دیتے۔ آخری عشرے میں تو کمال محنت وکوشش کرتے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.»

''جس نے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا، اس کے پہلے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ [1] اور جس نے لیلۃ القدر کا قیام ایمان کی حالت میں اور ثواب کے ارادے سے کیا، اس کے پہلے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔'' [2]

رمضان کے مہینے میں اور لیلۃ القدر کے بارے میں آپ ﷺ کا یہی طریقہ ہے۔ باقی رہا ستائیسویں رمضان کو لیلۃ القدر قرار دے کر محفلیں منعقد کرنا تو یہ عمل رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔ اس رات کی محافل بدعت کے زمرے میں آتی ہیں، خصوصاً اس بنا پر کہ لیلۃ القدر کبھی ستائیس کو ہوسکتی ہے، کبھی کسی اور رات میں آسکتی ہے۔

شب معراج کی بدعات



یہ بات شک و شبہ سے بالا تر ہے کہ نبی ﷺ کا اسراء، یعنی مکہ سے بیت المقدس تک زمینی سفر اور معراج (آسمانوں کی سیر)، یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی سچائی کے دلائل ہیں۔ اسراء و معراج اللہ کی کتابوں، قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے، البتہ سال بھر کی کون سی رات میں آپ کو اسراء و معراج کرائی گئی تھی، صحیح احادیث میں اس کی تعیین نہیں آتی، یعنی نہ تو رجب کا ذکر ہے نہ کسی اور مہینے کا۔ اگر اس رات کی تعیین ہو بھی جائے تو بھی اس رات کو عبادت یا معراج کے نام پر

محفلیں منعقد کرنا جائز نہیں۔ نبی ﷺ یا آپ کے کسی صحابی نے اس رات کوئی کانفرنس، جلسہ یا شبینہ منعقد نہیں کیا نہ اس حوالے سے کوئی بات کی ہے۔ نبی ﷺ نے رسالت، یعنی اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور امانت ادا کر دی۔ اس رات کی کسی قسم کی کوئی عظمت ہوتی یا اس میں محفلوں کا اہتمام دین کا حصہ ہوتا تو آپ ضرور بیان کر دیتے۔

پندرھویں شعبان کی بدعات

پندرھویں شعبان کی رات عبادت وغیرہ میں گزارنا اور دن کو روزہ رکھنا کسی قابلِ اعتماد دلیل سے ثابت نہیں۔ اس کی فضیلت میں بعض ضعیف احادیث منقول ہیں مگر ان پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔ اس رات کے حوالے سے خصوصی نماز کی ترغیب کی احادیث موضوع ہیں۔ امام ابن رجب رحمہ اللہ نے بھی اس کے بارے میں متنبہ کیا ہے۔ ابن وضاح، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا: ''ہم نے اپنے کسی شیخ یا کسی فقیہ کو اس رات کی خصوصیت کے ساتھ عبادت کرتے نہیں دیکھا۔'' [3]

آخری بات

علماء بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان کئی باتوں کا ارتکاب کرنے سے مرتد ہو جاتا ہے اور اسلام سے خارج تصور ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے اس کا خون اور مال حلال ہو جاتا ہے، یعنی اسے قتل کر دینا جائز ہوتا ہے اور اس کا مال مسلمانوں میں بطور غنیمت تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ ان باتوں کو نواقض الاسلام یا اسلام سے

خارج کرنے والی باتیں کہا جاتا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ خطرناک اور کثرت سے پیش آنے والی یہ دس باتیں ہیں:

- شرک۔ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔
- جس نے اللہ اور بندوں کے درمیان واسطے بنائے اور ان سے شفاعت کا سوال کیا اور ان پر توکل (بھروسا) کیا اس نے بالاجماع کفر کیا۔
- جو مشرکوں کو کافر نہ کہے یا ان کے کفر میں شک کرے، یا ان کے مذہب کو صحیح سمجھے، وہ بھی کافر ہے۔ اسی طرح جو دین اسلام کو قبول نہ کرے وہ بھی کافر ہے، خواہ پہلے وہ نصرانی تھا یا یہودی، یا بدھ مت، یا کسی بھی مذہب کا پیروکار اور خواہ وہ قریب کا رہنے والا ہو یا دور کا۔
- جو شخص نبی ﷺ کی ہدایت (طریقے) کے مقابلے میں غیر کی ہدایت (طریقے) کو مکمل اور بہتر جانے، یا آپ کے فیصلے کے مقابلے میں غیر کے فیصلے کو اچھا کہے یا کافروں کے فیصلوں کو نبی ﷺ کے فیصلوں سے افضل جانے، وہ کافر ہے۔ جو لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین اور نظاموں کو



شریعت اسلامیہ سے افضل یا اس کے برابر تصور کرے وہ بھی اسی حکم میں داخل ہے یا وہ اہل کفر سے فیصلہ کرانے کو جائز تصور کرے اگرچہ وہ شریعت کے فیصلے کو افضل سمجھتا ہو، وہ بھی کافر ہے، یا اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اسلام کا نظام بیسویں صدی کے مطابق نہیں، یا یہ کہے کہ آج مسلمانوں کی پستی کا سبب اسلام ہی ہے، یا پھر وہ اللہ کے تعلق کو صرف اپنا ذاتی معاملہ سمجھے۔

اسی طرح جو شخص یہ خیال کرے کہ اللہ کا حکم نافذ کرتے ہوئے چور کا ہاتھ کاٹنا یا شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا اس دور کے لحاظ سے مناسب نہیں۔ اسی طرح وہ شخص بھی کافر شمار ہوگا جو معاملات اور حدود وغیرہ میں شریعت الٰہی کے بغیر فیصلے کرتا ہو اگرچہ اس کا عقیدہ یہی ہو کہ یہ فیصلے شرعی فیصلوں سے افضل نہیں۔ اپنے اس عمل سے وہ اللہ کی بالاجماع حرام کردہ اشیاء کو جائز سمجھنے والا بن جاتا ہے۔ اور یہ بات ہر دیندار کو معلوم ہے کہ جو اللہ کی حرام کردہ اشیاء جیسے زنا، شراب، سود اور غیر اللہ سے فیصلے کرانے کو مباح سمجھے اس کے کافر ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

❁ اللہ کے رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے بغض رکھے (اسے اچھا نہ سمجھے) اگرچہ اس پر عمل بھی کرتا ہو، وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝﴾

”یہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے اللہ کے نازل کردہ (احکام) کو ناپسند کیا تو (اللہ نے) ان کے اعمال ضائع کر دیے۔“ [4]

❁ جو دین کے کسی مسئلے یا عمل کے ثواب یا عذاب کا مذاق اڑائے، وہ بھی کافر



ہے۔ اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:

﴿قُلۡ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝ لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ﴾

"(اے نبی!) کہہ دے: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرتے تھے؟ اب بہانے مت بناؤ، یقیناً تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہے۔" [5]

جادو: اسی سے صَرْف اور عَطْف ہیں۔ صَرْف یہ ہے کہ جادو کے ذریعے سے ایسا عمل کیا جائے جس سے میاں بیوی کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض پیدا ہوجائے۔ اور عطف جادو کے ذریعے سے ایسا عمل ہے جس سے میاں بیوی ایک دوسرے سے محبت کرنے لگیں۔ جس نے ان میں سے کوئی عمل کرایا یا اس پر راضی رہا وہ بھی کافر ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنۡ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوۡلَاۤ اِنَّمَا نَحۡنُ فِتۡنَةٌ فَلَا تَكۡفُرۡ﴾

"اور وہ دونوں نہیں تعلیم دیتے تھے کسی کو (جادو کی) حتیٰ کہ وہ کہہ دیتے کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں، لہٰذا تو کفر نہ کر۔" [6]

مسلمانوں کے خلاف کافروں اور مشرکوں کی مدد اور تعاون کرنا بھی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۝﴾



"تم میں سے جو کوئی ان (یہود و نصاریٰ) سے دوستی رکھے گا، بے شک وہ انھیں میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" [7]

جو یہ عقیدہ رکھے کہ بعض لوگ شریعت محمدی کی پابندیوں سے آزاد ہیں، یعنی شریعت کے مطابق عمل نہ کرنا ان کے لیے جائز ہے، جیسے خضر علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل نہ کرنا جائز تھا، اور ایسے ہی بعض صوفیاء کا اعتقاد کہ ان پر سے شرعی احکام ساقط ہیں، یہ بھی کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ۝﴾

"جو اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا، وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔" [8]

❁ اللہ کے دین سے منہ موڑنا، نہ اسے سیکھنا اور نہ اس پر عمل کرنا بھی کفر ہے۔ اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝﴾

''اس شخص سے زیادہ ظالم (گنہگار) کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی، پھر اس نے منہ موڑا، یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔'' [9]

خبردار

سب سے بڑا جرم اور سب سے عظیم مصیبت یہ ہے کہ آدمی نماز ترک کردے۔ تارکین نماز شیطان کے مددگار، رب رحمٰن کے دشمن، مومنوں کے مخالف اور کافروں کے بھائی ہیں۔ کل قیامت کو ان کا حشر فرعون اور ہامان کے ساتھ ہوگا اور انھی کے ساتھ آگ میں جلتے سڑتے رہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

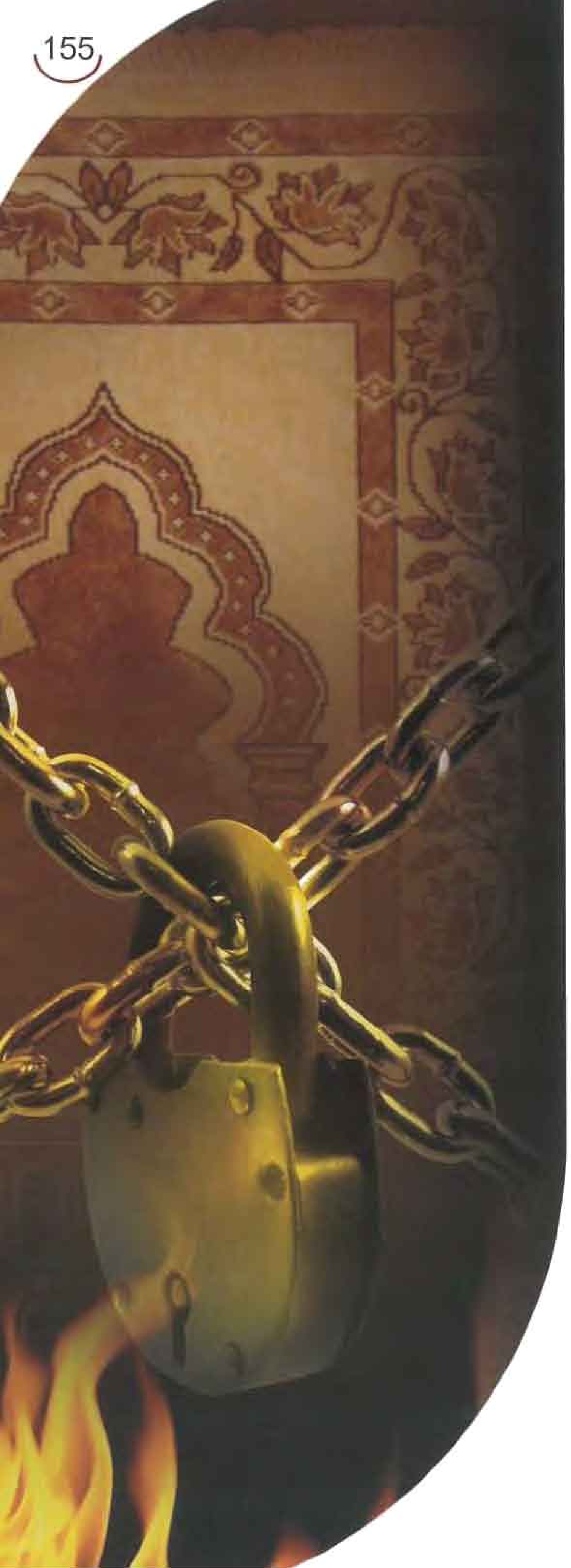
«بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ أَوِالشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ.»

''آدمی اور کفر و شرک کا نقطۂ اتصال نماز چھوڑنا ہے۔'' [10]

جامع ترمذی اور مستدرک حاکم کی صحیح حدیث ہے جسے عبداللہ بن شقیق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔'' [11]

شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر تارک نماز کو کافر کہا گیا ہے تو اس کا لازمی تقاضا ہے کہ اس پر مرتدین کے احکام لاگو ہوں گے، لہٰذا اس کا نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ اگر ترک نماز کی حالت میں اس کا عقد نکاح کیا جائے تو ایسا نکاح باطل ہوگا اور اگر نکاح کے بعد نماز چھوڑ دی تو نکاح فسخ (ختم) ہوجائے گا اور اس کی بیوی اس کے لیے حلال نہیں ہو گی۔ اگر بے نماز کوئی جانور ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا کیونکہ وہ حرام ہوگیا ہے۔ وہ مکہ میں بھی داخل نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی قریبی



فوت ہوجائے تو اس کی وراثت میں سے اسے کچھ نہیں ملے گا۔ اگر وہ خود فوت ہوجائے تو اسے غسل دیا جائے گا نہ کفن، اس کا جنازہ پڑھا جائے گا نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور قیامت کو اس کا حشر کافروں کے ساتھ ہوگا۔ وہ جنت میں نہیں جائے گا اور نہ اس کے اہل اور اقارب کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کے لیے رحمت اور بخشش کی دعا کریں کیونکہ ایسا شخص کافر ہے۔''

موت کے وقت تارکین نماز کی حالت بہت بری اور خراب ہوتی ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''ایک شخص بہت گنہگار تھا۔ جب اس پر موت کی بے ہوشی طاری ہوئی تو اس کے پاس کھڑے لوگ گھبرا گئے اور اس کے قریب ہوکر اسے اللہ کا ذکر یاد دلانے لگے اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کی تلقین کرنے لگے مگر وہ آنسو بہانے لگا۔ جب اس کی روح نکلنے لگی تو بلند آواز سے کہنے لگا: ''میں تو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کہہ رہا ہوں۔ لیکن لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه مجھے کیا فائدہ دے گا؟ میں نے اللہ کے لیے کبھی نماز ادا نہیں کی۔'' پھر اس کا سانس اکھڑنے لگا یہاں تک کہ وہ فوت ہوگیا۔

عامر بن عبداللہ بن زبیر رحمہ اللہ بستر مرگ پر تھے، آخری چند گھڑیاں باقی تھیں تو ان کے گھر والے رونے لگے۔ اسی نزع کے عالم میں انھوں نے سنا کہ مؤذن مغرب کی اذان دے رہا ہے جبکہ ان کا سانس حلق میں اٹکا ہوا ہے۔ نزع کی

کیفیت شدید ہوتی جارہی ہے اور تکلیف بڑھ رہی ہے۔ جب اذان سنی تو ساتھ والوں سے کہنے لگے: ''میرا ہاتھ پکڑو۔'' لوگوں نے عرض کی: ''کہاں جانا ہے؟'' فرمانے لگے: ''مسجد میں۔'' لوگوں نے عرض کی: ''حضرت! آپ کا آخری وقت ہے!'' آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! میں اذان سن کر بھلا اس کا جواب نہ دوں (مسجد میں حاضر نہ ہوں) تم میرا ہاتھ پکڑو اور مسجد لے چلو۔'' آپ کو دو آدمیوں نے اٹھایا اور مسجد لے گئے۔ ایک رکعت امام کے ساتھ ادا کی اور سجدے میں فوت ہوگئے۔[12] ہاں، اللہ کا یہ ولی سجدے کی حالت میں فوت ہوا۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

امام عطاء بن سائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہم ابو عبدالرحمٰن سلمی کے پاس مسجد میں ان کی نماز کی جگہ پہنچے۔ وہ مریض تھے اور ان کی بیماری بھی شدید تھی۔ ان پر نزع کی حالت طاری تھی اور ہمیں ان پر ترس آرہا تھا۔ ہم نے عرض کی: ''اگر آپ بستر بچھا لیتے تو یہ نرم اور آرام دہ ہوتا؟'' انھوں نے بڑی مشقت سے سانس لیا اور فرمایا: ''مجھ سے فلاں آدمی نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَّا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ.»

''تم میں کوئی اس وقت تک نماز میں رہتا ہے جب تک وہ اپنی جائے نماز پر نماز کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔''[13]

اور میں چاہتا ہوں کہ میری روح اسی طرح قبض کی جائے۔[14]



امر واقع بھی یہی ہے کہ جو نماز کی پابندی کرتا رہا ہو اور اپنے مولا و آقا کی اطاعت پر صبر کا دامن تھامے رکھے، ایسے شخص کا خاتمہ اللہ کی رضا کے مطابق ہی ہوتا ہے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انتہائی نیک و فرمانبردار اور عبادت گزار تھے۔ انھیں رات نے سحری تک رونے والا پایا اور دن نے بھی استغفار کرنے والا پایا۔ جنگ خندق میں انھیں (اکحل رگ میں) زخم آیا جس کی بنا پر وہ کئی روز بیمار رہے۔ (پھر بنو قریظہ سے جنگ کے بعد ان کا زخم پھوٹ پڑا) اوران کی موت کا وقت قریب آ گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ نے صحابہ سے فرمایا: ''سعد کے پاس جلدی پہنچو۔'' جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ چلے تو ہم بھی آپ کے ساتھ چل دیے۔ آپ بہت تیز چل رہے تھے۔ ہمارے جوتوں کے تسمے ٹوٹ ٹوٹ جاتے اور ہماری (چادریں) گری پڑتی تھیں۔ صحابۂ کرام کو بہت

تعجب ہوا کہ آپ اس قدر تیز کیوں چل رہے ہیں۔ آپ نے وضاحت فرمائی:

«إِنِّي أَخَافُ أَنْ تَسْبِقَنَا إِلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ فَتَغْسِلَهُ كَمَا غَسَّلَتْ حَنْظَلَةَ.»

''مجھے ڈر ہے کہیں فرشتے سعد کے پاس ہم سے پہلے نہ پہنچ جائیں اور اسے غسل دے دیں جیسے انھوں نے حنظلہ رضی اللہ عنہ کو احد کے موقع پر غسل دیا تھا۔'' [15]

جب رسول اللہ ﷺ سعد رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے تو وہ شہید ہو چکے تھے اوران کے ساتھی غسل دے رہے تھے جبکہ ان کی والدہ بیٹے کی جدائی پر آنسو بہا رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ بَاكِيَةٍ تَكْذِبُ إِلَّا أُمَّ سَعْدٍ.»

''ہر رونے والی کا رونا جھوٹا ہے سوائے سعد کی والدہ کے۔''

پھر صحابہ سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھا کر قبرستان لے گئے اور رسول اللہ ﷺ بھی جنازے میں شریک ہوئے۔ لوگوں نے کہا: ”اے اللہ کے رسول! سعد کی میت سے ہلکی آج تک ہم نے کوئی میت نہیں اٹھائی۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنازہ ہلکا کیوں نہ ہو! یہاں تو ستر ہزار فرشتے اترے ہوئے ہیں جو آج سے پہلے کبھی نہیں اترے تھے۔ انھوں نے تمھارے ساتھ جنازے کو اٹھایا ہوا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! فرشتوں نے ایک دوسرے کو سعد کی روح کی مبارکیں پیش کی ہیں اور اللہ کا عرش حرکت میں آ گیا تھا۔[16] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝﴾

”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے، ان کے لیے جنت الفردوس کی مہمانی ہے۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہ اس سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔“[17]

دوسرا بڑا گناہ زکاۃ نہ دینا ہے۔ زکاۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

”جو بھی چاندی یا سونے والا اس کا حق ادا نہیں کرتا، جب قیامت کا دن ہوگا اس کے لیے آگ کے بڑے بڑے تختے بچھائے جائیں گے، پھر انھیں جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر ان کے ساتھ اس کے پہلو، اس کی پیشانی اور اس کی پیٹھ کو داغا جائے گا۔ جب وہ تختے

ٹھنڈے پڑ جائیں گے تو انھیں دوبارہ گرم کیا جائے گا۔ یہ اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی یہاں تک کہ بندوں میں فیصلہ کر دیا جائے گا، پھر وہ آدمی اپنا راستہ دیکھ لے گا، وہ جنت کا راستہ دیکھے گا یا جہنم کا۔“[18]

صحیح بخاری میں روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جسے اللہ مال عطا کرے، پھر وہ اس کی زکاۃ ادا نہ کرے، قیامت کے دن وہ مال اس کے لیے گنجا سانپ بن جائے گا جس کی دونوں آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ قیامت کے دن وہ سانپ اس کے گلے کا طوق بن جائے گا، پھر اس کے دونوں جبڑے پکڑ لے گا اور کہنے لگا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:



﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝﴾

”وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے

بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے۔ عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خوب آگاہ ہے۔" [19]

اختتام

پیارے بھائی اور پیاری بہن!

اللہ کا فرمان ہے:

﴿يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۝﴾

"اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لے آؤ، وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور تمھیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔" [20]

اللہ کی قسم! میں آپ لوگوں کا خیر خواہ ہوں اور سچی بات کرتا ہوں۔ آپ لوگوں کے سامنے حق واضح ہو چکا ہے اور آپ نے پہچان لیا ہے کہ اللہ کا دین ایک ہے متعدد نہیں۔ وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔ وہ حی و قیوم ہے۔ زندہ ہے اور قائم رکھنے والا ہے، اکیلا ہے، بے نیاز ہے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے، یہ بات اسے بالکل پسند نہیں۔

دین کے معاملے پر غور کریں اور ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو کہتے ہیں:

﴿اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ۝﴾

"بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے (دین اور طریقے) پر پایا اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے چلے آتے ہیں۔" [21]

بلکہ آپ یوں کہیں: ہم موحد اطاعت گزار اور دین حق کی پیروی کرنے والے ہیں۔

قبروں پر آج جو کثرت سے جانور ذبح ہو رہے ہیں، اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے اور نہ یہ بات دھوکے میں مبتلا کرے کہ آج کل تو بہت لوگ اللہ کے ساتھ شرک کر رہے ہیں تو کیا یہ سب غلط ہیں۔ قبروں کے پاس جا کر ہرگز کسی قسم کا شرک نہ کیا جائے۔

اسی طرح لوگوں نے قبروں کے متعلق جو جھوٹے افسانے اور قصے گھڑ رکھے ہیں کہ فلاں مصیبتیں دور کرتا ہے اور فلاں دعاؤں کو قبول کرتا ہے تو یہ چیز بھی



تمھیں شرک پر نہ ابھارے۔ نبی ﷺ کے چچا جناب ابو طالب کو دیکھو۔ وہ نبی ﷺ کی تصدیق کرتے تھے کہ آپ سچے نبی ہیں، آپ کا دین اسلام برحق ہے اور بتوں کی پوجا بھی چھوڑ دی تھی حتی کہ یہ شعر اکثر پڑھتے رہتے تھے:

وَاللّٰهِ! لَن يَّصِلُوا إِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ
حَتَّى أُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِينَا
وَدَعَوْتَنِي وَعَلِمْتُ أَنَّكَ نَاصِحِي
فَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ فِينَا أَمِينَا
وَعَرَضْتَ دِينًا قَدْ عَرَفْتُ بِأَنَّهُ
مِنْ خَيْرِ أَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِينَا
لَوْلَا الْمَلَامَةُ أَوْ حَذَارُ مُسَبَّةٍ
لَوَجَدْتَنِي سَمْحًا بِذَاكَ مُبِينًا

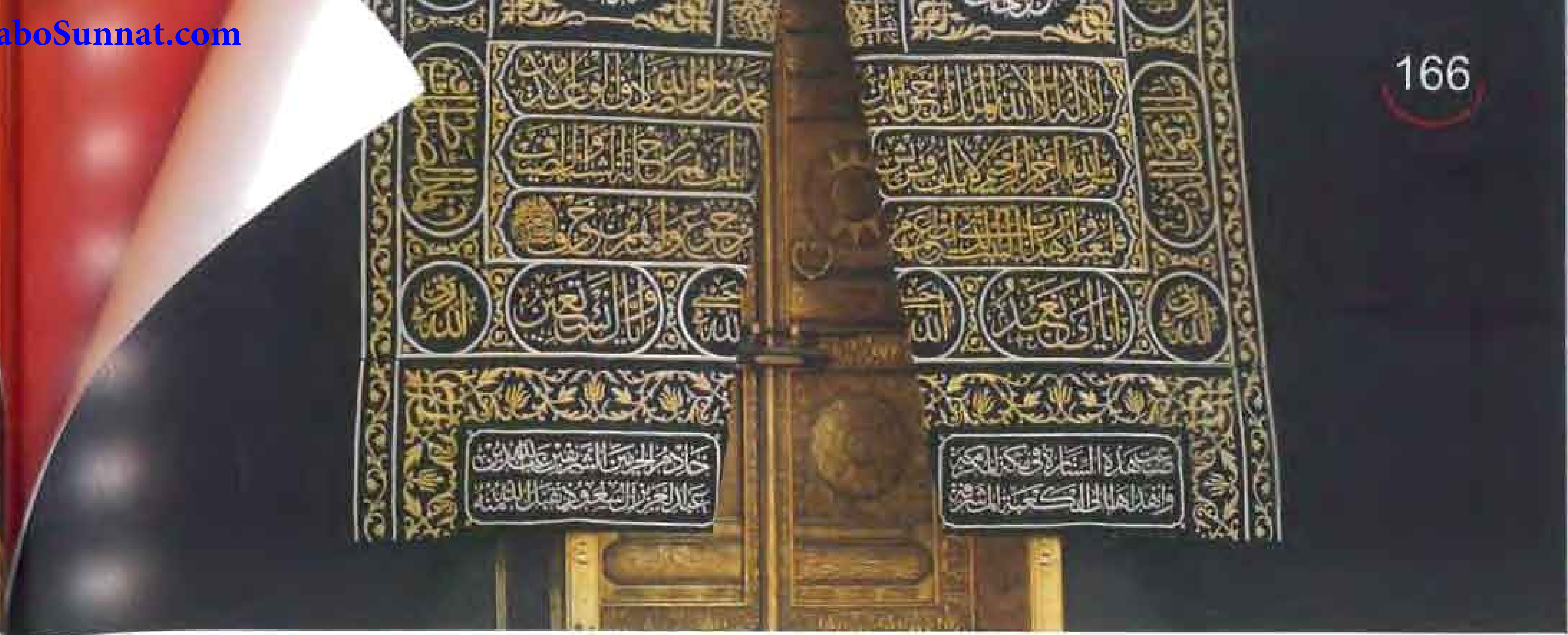
”بھتیجے! یہ لوگ تجھ تک برے ارادے سے نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ مجھے مٹی میں دفن کردیا جائے۔تو نے مجھے اپنے دین کی دعوت پہنچائی ہے اور مجھے یقینی علم ہے تو میرا خیرخواہ ہے اور یقیناً تو نے سچی بات کی ہے اور تو ہم میں امین کے نام سے معروف ہے۔تو نے دین پیش کردیا ہے اور میں نے پہچان لیا ہے کہ بے شک تیرا دین تمام ادیان سے بہتر ہے۔ اگر قوم اور قبیلے کی طرف سے ملامت اور عار دلانے کا ڈر نہ ہوتا تو تُو مجھے اس دین کے ساتھ کھلے دل سے علانیہ وابستگی اختیار کرتے ہوئے پاتا۔“ [22]



اس کے باوجود وہ قریشی سرداروں کی مخالفت کے خوف کی بنا پر دین حق کے پیروکار نہ بن سکے۔

بلکہ ان کی حالت پر غور کریں کہ بستر مرگ پر پڑے ہیں اور موت کا وقت قریب ہے۔ رسول اللہ ﷺ غم کی بنا پر اپنے چچا کے پاس کھڑے آنسو بہا رہے ہیں اور ان سے فرما رہے ہیں: چچا جان! لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کہہ دو۔“ تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کلمہ کی وجہ سے آپ کے حق میں گواہی دے سکوں۔اس وقت ابو طالب کے سرہانے کفار قریش بھی موجود تھے۔ابو طالب جب بھی کلمۂ شہادت کہنے کا ارادہ کرتے تو کفار کہہ اٹھتے: ”کیا تو عبدالمطلب کے دین سے منہ موڑ رہا ہے؟“ نبی ﷺ اس سے شہادتین کا مطالبہ کرتے رہے مگر کفار اسے باپ دادا کے دین پر قائم رہنے کی ترغیب دیتے رہے حتی کہ وہ اپنے باپ دادا کے دین، بتوں کی پرستش اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی حالت میں فوت ہوگئے۔[23] مرنے کے بعد اس دنیا سے ابدی ٹھکانے جہنم کی طرف کوچ کرگئے جبکہ جہنم بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ جنت اللہ نے کافروں پر حرام کردی ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں روایت ہے کہ



رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: ''اے اللہ کے رسول! آپ کا چچا آپ کی حفاظت، دیکھ بھال اور مدد کرتا رہا ہے، کیا آپ کی وجہ سے اسے کچھ فائدہ ہوگا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں! میں نے انھیں آگ کے شدید شعلوں میں پایا تو ان کو وہاں سے نکال کر لے آیا، ان کے پاؤں کے نیچے آگ کے دو انگارے ہوں گے جن سے ان کا دماغ کھول رہا ہوگا۔''[24]

ایسے ہی بت شکن، بیت اللہ الحرام کے معمار ابراہیم علیہ السلام کی زندگی پر غور کرو۔ انھیں ان کے آقا و مولیٰ کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیا گیا۔ اللہ کی راہ میں تکلیفیں دی گئیں۔ لیکن اس کے باوجود قیامت کے دن اپنے باپ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے کیونکہ ان کا باپ اللہ کے ساتھ شرک کی حالت میں فوت ہوا تھا۔

صحیح بخاری میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَلْقَى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَعَلَى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ.»

''ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے قیامت کے دن ملیں گے تو آزر کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار ہوگا۔''



ابراہیم علیہ السلام اس سے کہیں گے: ''(اباجان!) میں نے دنیا میں آپ سے کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کریں۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ ان سے کہے گا: ''آج میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔'' پھر ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے کہیں گے: ''اے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو مجھے رسوا نہیں کرے گا۔ آج میرے باپ کی اس حالت سے بڑھ کر میری کیا رسوائی ہو سکتی ہے؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''بے شک میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے۔''[25]

قارئین کرام! ان باتوں اور سابقہ تمام باتوں پر متنبہ رہنا چاہیے اور جو نصیحت کی باتیں ہیں، ان سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ملحوظ خاطر رہنا چاہیے:

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝﴾

''اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنی ماں اور باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایسی

حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا کر دے گی۔''[26]

نیز فرمان باری ہے:

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ○﴾

''اس دن نہ کوئی مال فائدہ دے گا اور نہ بیٹے مگر (فائدہ اسے پہنچے گا) جو اللہ کے پاس سلامتی (اور فرماں برداری) والا دل لے کر آیا۔''[27]

اے میرے مسلمان بھائی! حق کی طرف رجوع کرنے والا، دوسروں کو نصیحت کرنے والا اور ہر دم توحید کی دعوت دینے والا بن جا۔ میں تمام مسلمانوں کے لیے اللہ سے ہدایت اور بھلائی کا طلب گار ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر سلامتی اور برکتیں نازل فرمائے۔

---

[1] صحيح البخاري، حديث: 2009، و صحيح مسلم، حديث: 759. [2] صحيح البخاري، حديث: 2014، و صحيح مسلم، حديث: 760. [3] البدع لابن وضّاح، ص:115 ، حديث: 106. [4] محمد 9:47. [5] التوبة 66,65:9. [6] البقرة 102:2. [7] المآئدة 51:5. [8] اٰل عمرٰن 85:3. [9] السجدة 22:32. [10] صحيح مسلم، حديث: 82. [11] جامع الترمذي، حديث: 2622، والمستدرك للحاكم: 7/1، حديث: 12، واللفظ له. [12] سيرأعلام النبلاء: 220/5. [13] صحيح مسلم، حديث: 649، بعد الحديث: 661. [14] تاريخ بغداد: 431/9، والطبقات الكبرٰى لابن سعد: 174/6. [15] معرفة الصحابه لأبى نعيم: 217/24. [16] شرح مشكل الآثار: 370,369/10، حديث: 4174، وجامع الترمذي، حديث: 3848. [17] الكهف 108,107:18. [18] صحيح مسلم، حديث: 987. [19] صحيح البخاري، حديث: 1403. [20] الأحقاف 31:46. [21] الزخرف 23:43. [22] دلائل النبوة للبيهقي: 341/2، والبداية والنهاية: 49/3. [23] صحيح البخاري، حديث: 1360، وصحيح مسلم، حديث: 24. [24] صحيح البخاري، حديث: 3885,3883. و صحيح مسلم، حديث: 210,209 [25] صحيح البخاري، حديث: 3350. [26] عبس 34:80-37. [27] الشعرآء 89,88:26.



غلام اپنے آقا کو آقا تسلیم کرنے سے انکار کر دے تو نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ شرک کی حقیقت بھی یہی ہے۔ ایک غیور آدمی یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ خالق کو چھوڑ کر اپنے جیسی مخلوق کے آگے سر جھکائے۔

شرک کا نتیجہ تباہ کاری کے سوا کچھ نہیں۔ سفینۂ نجات میں یہی باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔

9 786035 001038

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ہیوسٹن • نیو یارک